یا فتاحُ یا وَدُودُ یا حفیظُ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قل انما اعظکم بواحدۃ ان تقوموا للہ مثنٰی وفرادیٰ ثم تتفکروا

وقال جلّ شانہٗ

ولا تنازعوا فتفشلوا وتذھب ریحکم

اکابر کا مسلک و مشرب

اور

مختلف فیہ مسائل میں مخالفین کے ساتھ ان کا معاملہ

مرتّبہ

پیر طریقت حضرت مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی دامت برکاتہم سنی حنفی چشتی قادری نقشبندی

خلیفہٗ مجاز

قطب الاقطاب حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی قدس سرہٗ

مع پیش لفظ وحواشی مفیدہ از

حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب مدنی مدظلہ کاتب و شاگرد رشید

قطب الاقطاب حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی قدس سرہ العزیز

یا فتاح　　یا ودود　　یا حفیظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قال تعالیٰ انما اعظکم بواحدۃ ان تقوموا للہ مثنیٰ وفرادیٰ ثم تتفکروا

وقال جل شانہ

ولا تنازعوا فتفشلوا وتذهب ریحکم

اکابر کا مسلک و مشرب

اور

مختلف فیہ مسائل میں مخالفین کے ساتھ ان کا معاملہ

مرتبہ

پیر طریقت حضرت مولانا عزیز الرحمن ہزاروی دامت برکاتہم سنی حنفی چشتی قادری نقشبندی

خلیفۂ مجاز

قطب الاقطاب حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی قدس سرہ

مع پیش لفظ وحواشی مفیدہ از

حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب مدنی مدظلہ کاتب و شاگرد رشید

قطب الاقطاب حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی قدس سرہ العزیز

وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ

وَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ، فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ، وَلَا تَحَسَّسُوا وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا تَنَاجَشُوا وَلَا تَحَاسَدُوا وَلَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَدَابَرُوا وَكُونُوا عِبَادَ اللّٰهِ إِخْوَانًا۔ (متفق علیہ) (مشکوٰۃ المصابیح۔ باب ما ینہیٰ عنہ من التقاطع)

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ

سَمِعْتُ رَجُلًا قَرَأَ آيَةً وَّسَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ خِلَافَهَا فَجِئْتُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرْتُهُ فَعَرَفْتُ فِي وَجْهِهِ الْكَرَاهِيَةَ وَقَالَ كِلَاكُمَا مُحْسِنٌ وَّلَا تَخْتَلِفُوا فَإِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمُ اخْتَلَفُوا فَهَلَكُوا۔ (صحیح البخاری: کتاب الانبیاء)

پیش لفظ

از حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ مظاہری مدنی، کاتب و شاگرد رشید قطب الاقطاب
حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی قدس سرہ العزیز

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

اما بعد کہ رسالہ "اکابر کا مسلک و مشرب اور مختلف فیہ مسائل میں مخالفین کے ساتھ اُن کا معاملہ" شائع ہوا، جسے اکثر علماء و اہلِ دین سنجیدہ حضرات نے الحمد للہ بہت پسند فرمایا اور خوب تائید فرمائی۔

البتہ چونکہ بعض حضرات کو جنہوں نے بظاہر خالی الذہن ہو کر اس رسالہ کا مطالعہ نہیں فرمایا، اس میں کچھ اشکالات ہوئے، اس لئے یہ واضح کر دینا ضروری ہے، کہ اس رسالہ کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہمیشہ سے سازشیں ہوتی آئی ہیں۔ اس وقت خصوصاً یہ سازشیں زور پکڑ گئی ہیں، چونکہ "سوویت یونین" کی کمیونسٹ طاقت بہت کمزور ہو گئی ہے، بلکہ اس علاقے میں سات اسلامی ریاستیں بحمد اللہ وجود میں آچکی ہیں اور افغانستان میں خلافتِ راشدہ کی یاد تازہ کرنیوالی "طالبان" کی پُرامن شرعی سنی حنفی اسلامی حکومت بھی باہمی اتحاد کی بدولت وجود میں آچکی ہے۔

اللہ تعالیٰ طالبان کی حکومت کو حاسدوں، شریروں سے ہر طرح محفوظ رکھے اور تاقیامِ قیامت ہر نوع کی حفاظت فرما کر اس نعمت سے پورے عالم کو بالعموم اور عالمِ اسلام کو بالخصوص منور فرمائے۔ آمین

اب تو الحمد للہ اسلام کی نشأۃِ ثانیہ کی فضا صرف اسلامی ملکوں میں ہی نہیں بلکہ امریکہ اور یورپ کے ممالک میں بھی بنتی صاف نظر آرہی ہے، مگر یہ باہمی جھگڑے ہر جگہ ذلت و خواری کا سبب ہیں، اور کافروں کے لئے اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ تمسخر کا ذریعہ ہیں۔

عالمِ کفر کو یقین ہے کہ ہمارا دشمن صرف اسلام و مسلمان ہیں لہٰذا اس دشمن سے نمٹنے کے لئے یہود و نصاریٰ

کمیونسٹ، ملحد، قادیانی، ہندو اور روافض اپنے اپنے گہرے اختلافات نظرانداز کرکے آپس میں متحد ہو رہے ہیں اور اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں کر رہے ہیں جن میں سے ایک اہم سازش یہ ہے کہ مسلمانوں میں آپس میں اختلاف و نزاع ہر شکل میں پیدا کیا جائے، اور جو موجود ہے اس کو گہرا کیا جائے اور خلیج کو وسیع کیا جائے، اس لئے مسلمانانِ عالم کو اس طرف خصوصی توجہ دینی چاہیئے کہ عالمی کفر کی اس سازش سے بچا جائے اور اللہ سبحانہٗ وتعالےٰ اور اس کے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے جو وحدت و اتحادِ امتِ مسلمہ کے بارے میں تاکیدی احکامات ہیں ان پر اہتمام سے عمل ہو۔

برِصغیر چونکہ عالمِ اسلام کا ایک اہم حصہ ہے اور پاکستان اسلام کا قلعہ تصور کیا جاتا ہے، اس خطہ سے متعلق لوگ پوری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں، خصوصاً خلیجی، یورپی اور امریکی ممالک میں موجود ہیں، اور ہر جگہ اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ پورے برصغیر میں غالب اکثریت سنی حنفی مسلمانوں کی ہے، ان کے علاوہ مسلمان یا اسلام کی طرف منسوب فرقے سب مل ملا کر مشکل سے ۵ ٪ (پانچ فیصد) بھی نہیں بنتے۔ پاکستان میں بھی غالب اکثریت سنی حنفی مسلمان ہی اصل طاقت ہیں، مگر بدقسمتی سے یہ دو بڑے گروہوں (یعنی دیوبندی اور بریلوی) میں تقسیم ہیں۔ ہندوستان اور بنگلہ دیش میں گذشتہ و موجودہ اکابر علماءِ دیوبند کی حکمتِ عملی اور مخالفین کے ساتھ اکابر کی مبارک روش کی برکت سے الحمد للہ فضا بہت حد تک بہتر ہوگئی۔ لیکن پاکستان میں چونکہ خود اکابر دیوبند کی طرف منسوب ایک گروہ (گو وہ قلیل ہے) نے کئی مسائل میں اکابر کے مسلک و مشرب کے خلاف آراء و نظریات اپنائے خصوصاً حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم (جو کہ اکابر دیوبند کے ہاں متفقہ مسئلہ تھا اور ہے) کا سختی سے انکار کیا۔ بلکہ اس کی وجہ سے مختلف انداز سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی گستاخی صراحۃً یا کنایۃً کی۔ اور اولیاءِ کرام و مشائخ عظام اور خصوصاً تصوف و صوفیائے کرام پر رکیک حملے اور استہزاء و تمسخر کا رویہ اپنایا۔ اور ساتھ ہی ساتھ ٹھوک بجا کر اپنی دیوبندیت کا ڈھنڈورا (کذباً و دجلاً) پیٹا۔ اور چونکہ اس سے قبل بھی اکابر دیوبند پر غلط الزامات لگائے جا چکے تھے، اکابر کی طرف ان ناخلف منتسبین مماتی ٹولہ کی اس روش کی وجہ سے (دیوبندی، بریلوی) اختلافات گہرے ہوتے چلے گئے۔ جس کے نتیجہ میں اتہامات، بہتان بازی، ایک دوسرے کا تمسخر و استہزاء، گالی گلوچ اور عناد و بغض پیدا ہوگیا۔ حالانکہ فی الحقیقت (دیوبندی، بریلوی) اختلاف اصلاً چند مسائل میں تحقیقی طور پر فروعی انداز کا تھا، مگر وہ بڑھتے بڑھتے یہاں تک چلا گیا کہ ایک دوسرے کے خلاف کفر و شرک و گمراہی کے فتوے لگنے لگے۔

اس رسالہ کا بنیادی مقصد یہی ہے کہ مماتی ٹولہ نے جو اکابر علماء دیوبند کے مسلک کے خلاف آراء

ونظریات قائم کئے ہیں، خصوصاً انکار حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہ، تو اس کی وضاحت کردی جائے
کہ اکابر کا مسلک ومشرب وہ نہیں ہے جو یہ لوگ بتاتے ہیں، بلکہ وہ ہے جو کہ (المهند علی المفند میں) لسان
المتکلمین سید الاولیا حضرت اقدس مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری قدس سرہٗ نے تحریر فرمایا۔ اور اس
دور کے تمامی اکابر نے اس کی تصدیق فرمائی۔ اور جن سے خصوصاً "بریلوی حضرات" سے چند مسائل میں اختلاف
تھا، ان کے ساتھ ان اکابر کا کیسا معاملہ تھا، گو دوسری طرف سے ان پر کیسے ہی الزامات لگے مگر انہوں
نے ہمیشہ دینِ متین کی سربلندی، اعلاءِ کلمۃ اللہ، اسلام اور مسلمانوں کی اجتماعیت، قوت واستحکام، اور
دشمنانِ اسلام کی اور ان کے غلط نظریات کی سرکوبی کو ہی مدنظر رکھا۔ جن چند مسائل میں ان کو بریلوی
حضرات سے اختلاف تھا ان میں ہر ایک اپنے اپنے موقف پر قائم رہا، مگر دوسرے دین کے اہم امور میں
اکابر نے ہمیشہ بریلوی حضرات کے ساتھ مل کر دین کی سربلندی کے لئے پوری قوت سے کام کیا۔

پاکستان کی حد تک تو تاریخِ پاکستان اس کی گواہ ہے کہ جتنی بھی تحریکات اٹھیں، چاہے تحریکِ
ختم نبوت ہو یا تحریکِ نظامِ مصطفےٰ، جب تک اس میں دیوبندی اور بریلوی اکابر مل کر میدان میں نہیں
آئے، یہ تحریکیں کامیاب نہیں ہو سکیں۔ اور جونہی یہ دونوں قوتیں متحد ہو گئیں اور ان کے اکابر نے مل کر
کوئی تحریک چلائی تو اللہ تعالےٰ نے اس میں کامیابی دی۔ (دیوبندی، بریلوی، جو فی الحقیقت برصغیر میں
اصل قوت اسلام ہیں، پہلے انگریز ملعون نے اور بعد میں اس کے ایجنٹوں قادیانی، کمیونسٹ، رافض
وغیرہم نے پوری کوشش کی کہ یہ دونوں آپس میں نہ ملیں۔ بلکہ ان کے اختلافات بڑھتے چلے جائیں۔
اور آپس میں بغض اور نفرتیں زیادہ سے زیادہ ہوتی چلی جائیں، تاکہ اسلام کمزور ہو اور کفر، فسق وفجور
الحاد ولادینیت مختلف شکلوں میں پاکستان میں پھیل جائے۔

حالانکہ ان دونوں سنی حنفی گروہوں میں اصل اختلافات معمولی جزئی نوعیت کے ہیں جن کا تجزیہ
مفکرِ اسلام حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب زید مجدہٗ نے اپنے پیش لفظ میں جو کہ رسالہ "اتحادِ
امت، دیوبندی، بریلوی کا اہم تقاضا" مؤلفہ حکیم قاضی شمس الدین احمد قریشی صاحب، پر تحریر فرمایا
ہے، تفصیل سے کیا ہے۔ وہ درج ذیل ہے:۔

"اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔

اَمَّا بَعْد:۔ آج کون مسلمان ہے جو ملتِ اسلامیہ کی موجودہ تفریق پر دلفگار نہ ہو اور کونسی آنکھ
ہے جو اس افتراقِ امت پر اشکبار نہ ہو۔ لیکن یہ غم واندوہ اور یہ آہ وفغاں ان زخموں کو مندمل نہیں
کر سکتے۔ احساس زیاں ہے تو آئیے اختلافات کے ان کانٹوں کو ایک ایک کر کے اٹھائیے۔ اس مہم کو
سر کرنے کے لئے وقت کی قربانی دیجئے۔ اور لوگوں کو بتائیے کہ ملت کی یہ گاڑی کیسے پٹڑی سے اتری۔

اور اب اسے کیسے لائن پر لایا جاسکتا ہے۔ اختلاف کو جب تک سمجھا نہ جائے، اسے رفع نہیں کیا جاسکتا۔ مرض کی جب تک تشخیص صحیح نہ ہو، کوئی دوا کارآمد نہیں ہوسکتی۔ اگر امن میں رہنا چاہتے ہو تو جنگ کی جملہ وجوہ عمل پر نظر ہونی چاہیئے۔

کچھ اختلافات واقعی اصولی ہوتے ہیں، جیسے سنّی شیعہ اختلافات، ان کے اقرار سے چارہ نہیں۔ اِتحاد کا کوئی دھارا اس کا امرت دھارا نہیں بن سکتا۔ کچھ اختلافات سکولی ہوتے ہیں جیسے مختلف فقہی مسائل آمین و رفع یدین کے اختلافات۔ لیکن اس انکشاف سے شاید آپ سب حیران ہوں گے کہ بریلوی دیوبندی اختلافات نہ اصولی ہیں نہ سکولی، ایک نکاحِ فضولی ہیں۔ جو کسی خود غرض سر پرست نے انگریز سے مہر لگادیا اور انگریزی استحکام کے خیمے ہی میں اس کے ولیمے کا دستر خوان بچھا ہے۔ دیوبندی، بریلوی تفریق میں اختلافات اتنے نہیں جتنے الزامات ہیں۔ اختلاف اور الزام میں فرق کیا ہے؟ اسے بھی سمجھ لیجیئے۔

اختلاف وہ ہے کہ فریقین اس کا اقرار کریں اور الزام وہ ہے کہ ایک فریق ایک بات دوسرے پر لازم کرے اور دوسرا اس کا انکار کرے۔ اختلاف کی مثال حضرت صدیق اکبرؓ کی خلافت ہے۔ اس میں سنّی شیعہ کا اختلاف ہے۔ سنّی آپؓ کو خلیفہ برحق مانتے ہیں اور شیعہ انہیں خلیفہ نہیں مانتے۔ شیعہ خود بھی یہی کہتے ہیں کہ ہم انہیں خلیفہ نہیں مانتے۔ یہ اختلافات ہیں کہ فریقین اپنے اپنے جُدا موقف کا باصرار اقرار کرتے ہیں۔ الزام کی مثال یہ ہے کہ ایک فریق کہے تمہارا عقیدہ ہے کہ نبی کا درجہ بڑے بھائی کے برابر ہے اور دوسرا فریق کہے کہ یہ ہمارا عقیدہ نہیں ہے، ہم اس عقیدے والے کو گمراہ اور کافر سمجھتے ہیں۔ سو یہ الزام ہی رہا، اختلاف نہ بن سکا۔ اختلاف میں ہر فریق اپنی اپنی بات کا اقرار کرتا ہے۔ دیوبندی، بریلوی نزاع اختلافات کا نہیں الزامات کا ہے۔ بریلوی حضرات دیوبندی اکابر کی جن عبارات کو دیوبندی عقائد کہتے ہیں، دیوبندی انہیں محض الزام قرار دیتے ہیں اور ان عبارتوں میں کسی پہلو سے کفر کا اقرار نہیں کرتے۔ اور یہ واقعی ان کا حق ہے۔ "تصنیف را مصنف نیکو کند بیان" پرانی مثل چلی آرہی ہے۔ اسی طرح دوسرے حضرات مولانا احمد رضا خان صاحب کی جن عبارات سے بریلویوں پر الزام قائم کرتے ہیں بریلوی انہیں اپنا عقیدہ تسلیم نہیں کرتے۔ ان عبارات کی توجیہہ کرتے ہیں۔ سو دیوبندی بریلوی نزاع پر مبنی اختلافات نہ ہوئے اور ان کی حقیقت الزامات سے آگے نہ بڑھ سکی۔

یہ لوگ اگر بزور کچھ اختلافات قائم کر بھی لیں تو بھی یہ اختلافات حقیقی نہ بنیں گے، تعبیرات کے اختلافات ہوں گے۔ مثلاً علم غیب کے مسئلہ کو ہی لیجئے۔ دیوبندی علمِ غیب اس علم کو کہتے ہیں جو بے عطاءِ غیر از خود قائم ہو۔ ظاہر ہے کہ یہ صرف اللہ ربّ العزّت کا علم ہے کہ از خود قائم ہے اور کسی کی عطا نہیں۔ بریلوی حضرات اس تشریح کے ساتھ علم غیب حضرات انبیاء میں تسلیم نہیں کرتے اور علمِ غیب کی ایک نئی تقسیم نکالتے

ہیں عطائی علم غیب۔ گو یہ قسم اسلامی تاریخ میں پہلے کہیں نہیں ملتی، لیکن یہ ضرور ہے کہ بریلوی حضرات نزاع میں علم غیب کو ایک نئی تعبیر میں پیش کرتے ہیں۔ سو یہ تعبیر میں اختلاف ہوا، تحقیق میں نہیں۔ تحقیق دونوں کی یہ ہے کہ جو شخص حضرات انبیاء کے لئے غیب کی بات از خود جاننے کا عقیدہ رکھتا ہے وہ مسلمان نہیں ہے مولانا احمد رضا خان خود لکھتے ہیں "ہم نہ علم الٰہی سے مساوات مانیں نہ غیر کے لئے علم بالذات جانیں اور عطاءِ الٰہی سے بھی بعض علم ہی ملنا مانتے ہیں نہ کہ جمیع۔ (خالص الاعتقاد ص ۳۳ نوری کتبخانہ بازار داتا صاحب لاہور)

مسئلہ بشریت انبیاء تو یاد رکھئے بریلوی حضرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح کا نور نہیں مانتے جس سے بشریت کی نفی ہو، یہ تو صریح کفر ہوگا۔ اور دیوبندی حضرات بھی انبیاء کے لئے ایسی بشریت کے قائل نہیں جس پر رسالت کے نور نے جلوہ پیرائی نہ کی ہو — کفار و مشرکین انبیاء کی ایسی بشریت کے مدعی بنتے تھے جس سے ان کی مراد رسالت کی نفی ہوتی تھی۔ ظاہر ہے کہ اس پہلو سے کوئی مدعیٔ اسلام انہیں بشر نہیں کہتا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ دیوبندی، بریلوی اختلافات نہ اصولی نکلے نہ سکولی۔ ہم نے ان میں جتنا بھی غور کیا یہ الزامات سے آگے نہیں بڑھ سکے۔ اور اگر کہیں ظاہری اختلافات نظر بھی آئے تو وہ بھی محض تعبیر کے اختلافات تھے، تحقیق کے نہیں۔ باقی رہے وہ فروعی اعمال جو ان میں وجہ امتیاز بن گئے۔ جیسے اذان میں حضور کے نام پر انگوٹھے چومنا اور دن معین کر کے ایصالِ ثواب کرنا، تو اسے کرنے والے بھی فرض، واجب یا سنت نہیں سمجھتے اور جو انہیں نہیں کرتے وہ بھی انہیں صرف بدعت سمجھتے ہیں، کفر نہیں کہتے۔ تو یہ امتیازات بھی محض فروعی حیثیت رکھتے ہیں اور ان میں کفر و اسلام کے فاصلے نہیں ہیں۔ مفتی مظہر اللہ صاحب گو بریلوی رجحان رکھتے تھے مگر صاف لکھ گئے۔ کہ اگر کوئی شخص علمائے دیوبند کی مختلف فیہ عبارات میں کفر کے معنی مراد نہ لے تو اس کو کفر یہ حکم نہیں کہا جا سکتا۔ (فتاویٰ مظہری)

دیوبندی بریلوی اختلافات نے تقسیم ہند تک یہ سنگین صورت اختیار نہ کی تھی کہ ہر گروہ کی علیحدہ علیحدہ مسجدیں ہوں۔ اور ایک فریق دوسرے فریق کے ساتھ نماز نہ پڑھے۔ لیکن افسوس کہ ہمارے بعض سادہ لوح عوام اس بات کو نہ سمجھ سکے کہ یہ اختلافات کوئی حقیقی اختلافات نہیں، محض الزامات اور تعبیرات کے امتیازات ہیں۔

صیہونی طاقتیں جو عالمی سطح پر مسلمانوں میں تفریق در تفریق پیدا کر رہی ہیں، ان کے گماشتے ہماری صفوں میں بھی گھس آئے ہیں اور ان کا پروگرام یہی ہے کہ جس قدر ہو سکے مسلمانوں میں تفریق کے یہ فاصلے اور وسیع کئے جائیں۔ اور عوام کے دلوں میں یہ بات اچھی طرح جما دی جائے کہ واقعی یہ دو علیحدہ علیحدہ فرقے ہیں، اور ایک کی دوسرے کے پیچھے نماز نہیں ہوتی صیہونی طاقتیں مسلمانوں کی وحدت ملی کو کسی

طرح برداشت نہیں کر سکتیں اور تم میں اس قسم کے اختلافات کو زیادہ بڑھانے والے یہاں تک کہ اپنی ذاتوں تک کو ایک دوسرے سے مختلف کر لینے والے یقیناً ان صیہونی طاقتوں کے ہی کارندے ہیں۔ اس اختلاف کا سب سے خوفناک پہلو یہ ہے کہ مسلمانوں کی عظیم سلطنت پاکستان میں امام اعظم ابو حنیفہ رح کے نوّے فیصد مقلّدین کے باوجود یہاں حنفی فقہ کا نفاذ نہیں ہو سکتا۔ اور اس ملک کے شریعت بنچ مسلکِ غیر مقلّدین کے موافق قرآن وحدیث سے آگے امت کے تعامل کو دیکھنے کے روادار نہیں۔

برادرِ محترم حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب کو اللہ تعالٰے نے ایک دردمند دل اور ایک صاف ستھرا دماغ عطا فرمایا ہے۔ آپ نے اسی جذبۂ خیر سے اتحادِ امت کا یہ مقالہ سپردِ قلم کیا ہے اور کوشش کی ہے کہ یہ سینہ چاکانِ مسلک کسی طرح ایک دوسرے کے قریب ہو جائیں۔

عوام اگر ان اختلافات اور ان کی حدود کو سمجھنا شروع کر دیں تو پھر وہ دن دور نہیں جب صبح کے بچھڑے پھر رات کو ایک جگہ آملیں۔ اس وقت امت اختلافات کی اس شبِ دیجور میں پوری طرح گھری ہوئی ہے۔ شکم پرست اور خود غرض مذہبی پوپ تفریقِ امت میں اپنی مطلب برآری کر رہے ہیں ضرورت ہے کہ عوام ان کو بھی سمجھ لیں اور ان کی اداؤں اور عطاؤں پر بھی گہری نظر رکھیں۔ عوام اگر ان اختلافات کی حقیقت سمجھ لیں تو پھر کسی شرعی غنڈے کو کبھی جرأت نہ ہوگی کہ ان اختلافات کو آڑ بنا جائے۔ افسوس ہے کہ شیطان دن دہاڑے تفریق کی کبڈی کھیل رہا ہے اور کوئی اس کا ہاتھ پکڑنے والا نہیں قاضی صاحب نے یہ کتاب لکھ کر واقعی امت پر احسان کیا ہے۔ اللہ تعالٰے اسے قبولیت سے نوازے اور عملاً اسے بار آور فرمائے ؎ ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد۔

خالد محمود عفا اللہ عنہ حال وارد پاکستان ۱۹۸۳ء

نوٹ: حضرت مولانا علامہ خالد محمود صاحب مدظلہٗ جن مبارک جذبات کو تحریر میں لائے ہیں بعینہٖ ان جذبات پر مشتمل ایک اہم تقریر "جامعہ اشرفیہ" لاہور کے نائب مہتمم ممتاز عالمِ دین حضرت مولانا عبدالرحمٰن اشرفی صاحب زید مجدہٗ کی بھی ہے۔ جو کہ انہوں نے چند سال قبل "جامعہ خیر المدارس" ملتان کے سالانہ جلسہ میں علماء، فضلا اور عوام الناس کے عظیم مجمع میں بڑے فاضلانہ، دردمندانہ اور خیر خواہانہ انداز میں فرمائی تھی۔ اس تقریر میں انہوں نے حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب رح کے اس خط کا ذکر بھی فرمایا ہے کہ جو انہوں نے عمر کے آخری سالوں میں شیخ الاسلام والمسلمین حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہٗ کے خلیفہ مجاز اور جامعہ مدنیہ لاہور کے مہتمم حضرت مولانا سید حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام تحریر فرمایا تھا۔ یہ خط ضرور ملاحظہ فرمائیں اسی تقریر میں حضرت مولانا اشرفی زید مجدہٗ نے یہ بھی فرمایا ہے۔ کہ حضرت مولانا حامد میاں صاحب رح کے وصال کے بعد

وہ خود اور حضرت مولانا اجمل خان صاحب مدظلہٗ اِس والا نامہ کو لے کر اکابرِ دیوبندی اور بریلوی علماءِ کرام کے پاس گئے اور اتحاد کے لیئے کوششیں کیں۔ جب اس کا ذکر انہوں نے حضرت علامہ انظر شاہ صاحب کشمیری مدظلہ سے کیا جو ان دنوں دیوبند سے تشریف لائے تھے تو وہ بہت خوش ہوئے اور ہر طرح تعاون کا یقین دلایا۔ حضرت مولانا موصوف کی تقریر کی کیسٹ موجود ہے جو بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ مگر طوالت کے پیشِ نظر یہاں نقل نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالےٰ اپنے فضل وکرم سے سُنی اور حنفی قوت کو کلمۂ خیر پہ جمع فرماویں کہ افغانستان کی طرح یہاں بھی مکمل سُنی حنفی اسلامی انقلاب آسکے۔ افسوس ہے کہ دُنیا میں پاکستان وہ واحد مُلک ہے جس کی غالب اکثریت بلا مبالغہ، ۹۰ فیصد سُنی حنفی اپنے اختلافات کی وجہ سے اپنے جائز حق سے محروم ہے۔ اور اقلیتیں مرزائی اور شیعہ وغیرہ عملاً اِن پہ حکمران ہیں۔ الیس منکم رجلٌ رّشید

رسالہ مسلک و مشرب میں ایک اہم بات یہ ہے کہ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب نے "فیصلہ ہفت مسئلہ" اور مولود و عرس وغیرہ کا جو ضمناً تذکرہ کیا ہے، اس کا مقصد بھی یہی ہے کہ یہ وہ مسائل ہیں جو اصلاً دیوبندی بریلوی حضرات کے مابین مختلف فیہ ہیں۔ یہ ایسا اختلاف نہیں جس طرح کا اختلاف قادیانیوں، آغاخانیوں یا شیعوں وغیرہ سے ہے۔ بلکہ جزئی اختلاف ہے۔ اور اس کی حقیقت اکابر کے مختلف واقعات و ارشادات سے ظاہر کی گئی ہے۔ اس رسالے کا قطعاً یہ مقصد نہیں کہ دیوبندی حضرات کو ان امور کو اختیار کرنے کی دعوت دی جائے یا اس طرف آمادہ کیا جائے۔ ہرگز اس رسالہ مبارکہ کا یہ مقصد نہیں ہے۔ بلکہ اس میں تو صاف صاف عرض بھی کیا گیا ہے کہ دونوں (دیوبندی، بریلوی) اپنے اپنے موقف پر ان اختلافی مسائل میں قائم رہیں۔ البتہ ان کے علاوہ جو سینکڑوں اہم دینی متفق علیہ امور و مسائل ہیں، ان کے بارے میں دونوں متحد ہو کر ملکر اپنے اکابر کے طریقہ پر ان کے لئے کوشش کریں۔ اور کفر کی طاقتوں اور دشمنانِ اسلام سے ٹکرانا پڑے تو ملکر اور متحد ہو کر قوت سے ٹکرائیں۔ اور دین کی سربلندی، شریعت کے احکام کے نفاذ فحاشی، منکرات و محرمات کو ختم کرنے کے لئے متحدہ مشترکہ پروگرام بنائے جائیں۔

تعجب ہے کہ بعض حضرات نے ان دونوں محترم بزرگوں (۱) حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب ہزاروی حقانی (۲) حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب مکی مظاہری پر بھی کہیں صراحتاً اور کہیں اشارةً بریلویت کی طرف داعی ہونے کا الزام عائد کیا ہے۔ حالانکہ اگر رسالہ کو بغور خالی الذہن ہو کر پڑھا جائے تو کہیں اس کا وجود ہی نہیں ہے۔ بلکہ اصل مقصود جیسے عرض کیا گیا ہے، یہ ہے کہ دونوں فریق (دیوبندی، بریلوی) اپنے مابین چند اختلافی مسائل میں اپنے اپنے موقف پر رہتے ہوئے دینِ متین کے دوسرے بہت ہی اہم امور و مسائل کے لئے متحد ہو جائیں۔

ان دونوں حضرات پر جو الزام بعض کی طرف سے لگایا گیا وہ بہت ہی موجب حیرت و افسوس ہے چونکہ یہ راقم دونوں حضرات کو اچھی طرح جانتا ہے، اور ساری دنیا جانتی ہے وہ الحمدللہ زندہ سلامت ہیں۔ ان کی دین کے لئے اپنے اکابر کی طرز پر شب و روز کی محنتیں سب کے سامنے ہیں، صرف ذرا اہتمام و تحقیق کی ضرورت ہے۔

حضرت مولانا عزیزالرحمٰن صاحب ہزاروی خاندانی طور پر جدی پشتی دیوبندی ہیں۔ بڑے گرام ہزارہ سے ان کا تعلق ہے۔ بچپن میں تعلیم اپنے وطن اور راولپنڈی میں پختہ دیوبندی اساتذہ سے حاصل کی دورۂ حدیث شریف مرکز دیوبندیت "دارالعلوم حقانیہ" اکوڑہ خٹک میں پڑھا حضرت مولانا عبدالحق صاحب شیخ الحدیث نوراللہ مرقدہ، اور حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب قدس سرہٗ، حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحب اور حضرت مولانا سید شیر علی شاہ صاحب وغیرہم حضرات سے شرف تلمذ حاصل رہا۔ پھر جمعیت علماءِ اسلام سے تعلق رہا۔ قاطعِ مرزائیت و مودودیت مجاہد ملت حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی نوراللہ مرقدہ کے خادم خاص اور دستِ راست آخر حیات تک رہے۔ ہمارے شیخ قطب الاقطاب جامع صفاتِ اکابر حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی مہاجر مدنی قدس سرہ العزیز سے ۱۹۷۰ء میں ابتدائی تعلیم کے دوران ہی بیعت ہو کر روحانی تعلق جوڑا۔ ۱۹۷۶ء میں حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کی خدمت میں چھ ماہ مدینہ منورہ میں رہے اور حضرت کی صحبت مبارکہ اور خدمت کی سعادت حاصل رہی اور منازلِ سلوک طے کیں۔ ۱۴۰۰ھ میں حضرت شیخ الحدیث نوراللہ مرقدہٗ نے جب فیصل آباد میں رمضان المبارک گزارا تو پوری مدت قیام حضرت شیخ رحمۃ اللہ کی خدمت میں رہے۔ اور رمضان المبارک میں پورا مہینہ حضرت کی معیت میں اعتکاف کیا۔ رمضان شریف کے بعد حضرت شیخ قدس سرہ نے باقاعدہ اجازت و خلافت سے نوازا۔ اگلے سال جب حضرت شیخ قدس سرہٗ کا رمضان ۱۴۰۱ھ جنوبی افریقہ (اسٹینگر) میں طے ہوا تو حضرت رحمۃ اللہ نے اپنے جن مخصوص خلفاء کو حکم فرمایا تھا کہ اپنی اپنی جگہ پر رہ کر حضرت کے طریق پر رمضان اور ان کے اعمال کو جاری کریں، ان میں حضرت مولانا عزیزالرحمٰن صاحب بھی ہیں۔ ان کو حضرت نے حکم فرمایا کہ راولپنڈی مسجد صدیق اکبر میں بھی رمضان حضرت کے طرز پر گذاریں۔ لہٰذا وہ رمضان حضرت مولانا نے راولپنڈی میں اسی انداز سے گذارا۔ جس میں کئی سو حضرات نے ان کے ساتھ اعتکاف کیا۔ اس رمضان ۱۴۰۱ھ کی کاروائی مفصل حضرت شیخ قدس سرہٗ کی خدمت میں بھیجی۔ حضرت رح نے سننے کے بعد بہت زیادہ خوشی اور پسندیدگی کا اظہار فرمایا اور خوب دعائیں دیں۔ اور آئندہ رمضان حضرت کا مع خدام راولپنڈی مسجد صدیق اکبر ہی میں گذارنے کا تذکرہ بھی آیا۔ لیکن قدراللہ ماشاء و فعل۔

اور اسی وجہ سے حضرت شیخ رحمۃ اللہ کے یکم شعبان ۱۴۰۲ھ میں انتقال کے بعد مدینہ منورہ سے

حضرت رح کے خلیفۂ اجل حضرت صوفی محمد اقبال صاحب مدنی مدظلہ العالی خاص طور سے رمضان گذارنے کے لئے راولپنڈی گئے۔ اور الحمد للہ پاکستان کا کوئی خطہ اور علاقہ ایسا نہیں ہوگا جہاں مولانا عزیز الرحمٰن صاحب کے ذریعہ حضرت شیخ قدس سرہٗ کا فیض نہ پہنچا ہو۔ الحمد للہ ان کی دن رات کی محنتوں کی برکت سے جگہ جگہ مدارس و خانقاہیں اور مجالس ذکر وجود میں آرہی ہیں۔ اور خواص وعوام حضرت شیخ قدس سرہٗ کے فیض سے مستفیض ومنور ہو رہے ہیں۔

حضرت شیخ رحمہ اللہ کے علاوہ دوسرے اکابر واولیاء کا مولانا موصوف پر اعتماد کا ایک نمونہ بھی ملاحظہ ہو۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی قدس سرہٗ کے شاگرد رشید قطب زماں حضرت لاہوری رحمہ اللہ کے خلیفہ اجل مفسر قرآن حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی قدس سرہٗ اپنے ایک مکتوب بنام مولانا عبد القیوم صاحب حقانی میں لکھتے ہیں "مولانا عزیز الرحمٰن (ہزاروی) کا عزت نامہ پڑھا۔ مولانا کے اخلاص اور محبت اور عقیدت میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ مخلص خادم قسم کے ذی علم ہیں۔ زیر بحث کتاب کو خواہ مخواہ مطول بلکہ اطول بنایا جارہا ہے۔ اور افسوس یہ ہے کہ اس بحث کا مرجع وہ ذات بابرکات ہے جس سے ہمارے سارے اکابر فیض یاب ہوئے ہیں۔ قطب الارشاد حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ نے فرمایا ہے کہ حضرت حاجی صاحب کا لقب عالم بالا میں مخدوم العالم ہے (مکاتیب رشیدیہ ص۲۱)

اس رسالہ کی طباعت کو ایک سو سال سے زیادہ کا عرصہ گذر چکا ہے۔ کیونکہ حضرت حاجی صاحب کا وصال ۱۳۱۷ھ میں ہوا ہے۔ نور اللہ مرقدہٗ۔ خواہ مخواہ ایک نئی بحث کو طول دیکر صفحات سیاہ کئے جا رہے ہیں۔ حالانکہ آجکل تو کئی امہات المسائل کا بھی انکار کیا جارہا ہے۔ اللہ تعالےٰ معاف فرمائے۔"

۲۸ر جمادی الاخری ۱۴۱۵ھ کشکول معرفت ۲۵۲/۲۵۱

رہ گئی بات مولانا عبد الحفیظ صاحب مکی مظاہری کی تو سات سال کی عمر میں اپنے والدین کے ساتھ مکہ مکرمہ ہجرت کرکے آگئے تھے۔ آتے ہی اس گھرانے کا تعلق تبلیغی جماعت کے ساتھ گہرا ہوگیا۔ جس کی وجہ سے برصغیر کے اکابر دیوبند کا ان کے ہاں آنا جانا کثرت سے ہوگیا اور اب تک ان کا ہی گھرانا اس دیار میں دیوبندیت اور علماء دیوبند کا مرکز ہے۔ خصوصاً مولانا نے ابتدائی تعلیم مکہ مکرمہ میں حاصل کی موقوف علیہ اور دورۂ حدیث شریف مظاہر العلوم سہارنپور میں حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہٗ سے پڑھا اور دورۂ حدیث شریف میں اول آئے۔ ان کے خصوصی اساتذہ میں حضرت شیخ رحمہ اللہ کے علاوہ حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب خلیفۂ اجل حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ، حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب مدظلہ، حضرت مولانا محمد یونس صاحب جونپوری اور حضرت مولانا سید محمد عاقل صاحب ہیں۔ دورۂ

حدیث شریف سے پہلے ہی حضرت شیخ قدس سرہٗ کی طرف سے اجازتِ بیعت اور خلعت خلافت سے نوازا گیا۔ اس کے بعد سے حضرت شیخ رح کے وصال تک حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے مشورہ و حکم کے مطابق پوری زندگی گذاری۔ اور سفر و حضر میں اکثر حضرت کے ساتھ رہے۔ حضرت رحمۃ اللہ کے خصوصی معتمد بلکہ حضرت رحمۃ اللہ اپنا کوئی سفر اور کوئی مہتم بالشان کام ان کے مشورہ کے بغیر نہیں کرتے تھے۔ ان کے والد ماجد کو بھی حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی طرف سے اجازتِ بیعت وخلافت تھی۔ ہمارے حضرت رحمۃ اللہ کو ان پر کتنا اعتماد اور تعلق تھا اگر اس کے واقعات لکھوں تو یہ مضمون بہت طویل ہو جائیگا مختصر طور پر خود ہمارے حضرت رحمۃ اللہ نے اپنی آپ بیتی ۷ میں جو تحریر فرمایا ہے اس کو بعینہٖ یہاں نقل کر دیتا ہوں۔ جس سے حضرت رحمۃ اللہ کا ان کے بارے میں اہتمام اور تعلق کا کچھ اندازہ ناظرین کر سکیں گے حضرت تحریر فرماتے ہیں "اس جیسے بہت سے خطوط اور اس سے بڑھ کر اکابر زمانہ کے اصرار کی بنا پر آج مدنی ۱۳ ار ربیع الاول ۱۳۹۴ھ ہندی ۱۲ ار ربیع الاول جمعۃ المبارک فی آخر ساعۃ من یوم الجمعۃ میں عزیز محترم الحاج ملک عبد الحفیظ سلمہ اللہ تعالیٰ و رقاہ اللہ المراتب العلیا وسقاہ من شراب حبہ جرعۃً واسعۃً کے مبارک ہاتھ سے بسم اللہ کراتا ہوں۔ عزیز موصوف اور ان کے والد ملک عبد الحق اللہ تعالیٰ ان دونوں کو بہت ہی جزائے خیر عطا فرمائے اور اپنے قربِ خاص سے نوازے، مکارہ سے حفاظت فرمائے اور اپنے وقت پر حسن خاتمہ کی دولت سے مالامال فرمائے، میرے ان مخلص محسنوں میں ہیں جنہوں نے میرے سفر حجاز میں جس کا سلسلہ ۱۳۸۳ھ سے شروع ہوا تھا، جیسا کہ پہلے معلوم ہو چکا ہے۔ اس وقت سے آج تک میرے ہر سفر حجاز میں ملک صاحب کی ایک گاڑی میرے لئے وقف رہی ہے جو حسبِ ضرورت بڑی اور چھوٹی ہونے کے اعتبار سے بدلتی بھی رہتی ہے۔ مثلاً مدینہ پاک کے سفر میں جس میں سامان بھی خوب ہوتا ہے اور رفقاء بھی بہت ہوتے ہیں، بڑی سے بڑی گاڑی بدلتی جاتی ہے اور مکہ مکرمہ کے قیام میں چونکہ صرف حرم شریف جانا ہوتا ہے۔ یا عزیز سعدی کے گھر تو چھوٹی گاڑی کافی ہوتی ہے۔ مدینہ پاک میں تو چونکہ اس سیہ کار کا مستقر جناب سید محمود صاحب نور اللہ مرقدہٗ برادر خورد حضرت شیخ الاسلام مدنی نور اللہ مرقدہٗ کی شفقت سے مدرسہ شرعیہ کا ایک حجرہ مستقل علاوہ ازیں اور اب کے صاحبزادے عالیجناب سید حبیب صاحب مدیر اوقاف مدینہ منورہ کی شفقت سے وہی مستقر ہے اور وہ مسجد نبوی ؐ کی دیوار کے بالکل قریب ہے، کار کی ضرورت نہیں ہوتی، میں ہی خود تقاضے سے واپس کر دیتا ہوں کہ وہاں کے لئے تو میری ہاتھ کی گاڑی کو جس کو میرے دوست کھینچتے ہیں، کافی ہو جاتی ہے۔ میں نے یہ بھی سنا کہ میری آمد کی خبر سن کر ملک صاحب نے بعض مرتبہ پندرہ بیس ہزار ریال میں نئی گاڑی یہ کہہ کر خریدی کہ وہ اب آرہا ہے یہ اس کے لئے ہے۔ اور ان کے صاحبزادے

بلند اقبال عزیزی محبی و محبوبی الحاج عبد الحفیظ سلمہٗ اپنے انتہائی مشاغل کے باوجود میرے ساتھ ہی رہتے ہیں اور وہی گاڑی چلاتے ہیں اور میرا اور میرے مہمانوں کا جب تک کوئی مستقل انتظام نہ ہو، اپنے آپ کو واحد ذمہ دار میزبانی کا سمجھتے ہیں۔

عزیز عبد الحفیظ سلمہٗ کو اس کے والد صاحب نے سب سے پہلے ۱۳۸۱ھ ہجری میں اس ناکارہ کے پاس سہارنپور بھیجا تھا۔ میں نے عزیز موصوف سے پوچھا تھا کہ تمہیں سہارنپور کی ابتدائی روانگی کی تاریخ معلوم ہے؟ اس نے بتایا کہ مجھے تو یاد نہیں لیکن بھائی تاج القادری میرے ساتھ تھے۔ اس لئے کہ اباجان نے مکہ مکرمہ سے مفتی زین العابدین صاحب کے ساتھ بھیجا تھا کہ کسی کے ساتھ اس کو سہارنپور بھیجدیں ان کے پاس سب لکھا ہوا ہے، میں ان سے منگاتا ہوں۔ عزیز موصوف کے کہنے پر انہوں نے جو خط لکھا میرا خیال ہے کہ اس کا خلاصہ نقل کرادوں۔ وہ لکھتے ہیں کہ " اگست ۱۹۶۱ء کے پہلے ہفتہ کی بات ہے کہ جناب مفتی زین العابدین نے مجھے یاد فرمایا اور کہا کہ مکہ مکرمہ سے ملک عبد الحق صاحب کا لڑکا عبد الحفیظ آیا ہوا ہے چونکہ انہیں معلوم تھا کہ میرے پاس انڈیا کا ویزا موجود ہے اس کو میں تمہارے ساتھ حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ العالی کی خدمت میں بیعت کے لئے بھیجنا چاہتا ہوں، میں نے حامی بھرلی اور دوسرے یا تیسرے روز ہم انڈیا کے لئے عازم سفر ہوئے۔ پہلے لاہور جاکر سلطان فونڈری میں دو شب قیام کیا۔ اس درمیان میں ہم نے کرنسی حاصل کرلی۔ لاہور سے بارہ بجے بذریعہ ریل چل کر امرتسر سے گاڑی بدلنا پڑی۔ رات کے ۲/۱ ۳ بجے گاڑی سہارنپور پہنچی اور سیدھے مدرسہ پہنچے۔ حضرت شیخ سے ملاقات صبح کو ہوئی چائے کے وقت میں نے عبد الحفیظ کا تعارف حضرت شیخ سے کرایا اور حاضری کا مقصد بیان کیا۔ حضرت شیخ نے بیان فرمایا کہ تم تو رائے پور جارہے ہو، چلے جاؤ، اس کو یہاں چھوڑ جاؤ۔ میں ایک ہفتہ بعد واپس ہوا اور دریافت کیا۔ شیخ نے فرمایا کہ ابھی بیعت نہیں ہوا۔ تم اس سے خود پوچھ لو کہ وہ چاہتا ہے یا نہیں؟ اس نے نوعمری کی وجہ سے صاف جواب نہیں دیا۔ اس پر شیخ نے فرمایا کہ اس کو لے کر تم رائے پور چلو، میں بھی کل کو آرہا ہوں۔ چنانچہ شیخ دوسرے دن پہنچ گئے اور نمازِ عصر سے پہلے مجھے فرمایا کہ عبد الحفیظ سے کہو کہ غسل کرے، حضرت سے بیعت کرادوں گا۔ اور عصر کے بعد حضرت شیخ نے حضرت رائے پوری سے بیعت کرادیا۔ شیخ تو سہارنپور واپس آگئے اور عبد الحفیظ وہیں رہ گیا۔ چند روز کے بعد عبد الحفیظ کا پروگرام بستی نظام الدین مولانا یوسف صاحب کی خدمت میں جانے کا تھا۔ میرا ویزا چونکہ دہلی کا نہیں تھا، تو خانقاہ میں مشورہ ہوا۔ اتفاق سے شاہ نفیس احمد دہلی جانے والے تھے، ان کے ساتھ عزیز عبد الحفیظ کو بھیجدیا۔ ۲۰ راگست کو رائے پور سے عزیز موصوف دہلی پہنچ گیا۔ عبد الحفیظ وہاں جماعت کے ساتھ روانہ ہوا۔ اور وہاں سے لائلپور واپس چلا گیا۔ حضرت قدس سرہٗ کے وصال کے بعد اس نے اس ناکارہ

سے رجوع کیا مولانا یوسف صاحب کے آخری سفر پاکستان میں ان کے ساتھ رہا۔ وصال کے بعد صفر ۱۴۰۵ھ میں سہارنپور دوبارہ گیا۔ اور اس سفر میں اس ناکارہ سے رجوع کیا۔ اس کے بعد وقتاً فوقتاً سہارنپور کی آمد و رفت ہوتی رہی اور ۱۴۱۱ھ میں ایک سال دورۂ حدیث کے لئے قیام بھی کیا وہ سال اس ناکارہ کی تدریس حدیث کا آخری سال تھا۔ اس کے بعد اپنے امراض کی وجہ سے یہ ناکارہ تدریس حدیث سے معذور ہوگیا۔ ۲۷ رمضان مبارک ۱۴۱۶ھ کی شب میں اس نابکار نے اپنی نااہلیت کے باوجود عزیز موصوف کو بیعت کی اجازت بھی دے دی۔ اللہ تعالیٰ ترقیات سے نوازے۔" انتہیٰ بلفظہ۔

یہ تو ان دونوں حضرات کا مختصر تعارف تھا جس سے ان ہر دو حضرات پر ہمارے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے خصوصی تعلق کا اندازہ ہوجاتا ہے۔ اور میں پورے وثوق کے ساتھ اپنی اور ان حضرات کی طرف سے ببانگِ دہل کہتا ہوں کہ اس رسالہ میں بھی اپنے اکابر کا اتباع ہی مقصود ہے۔ کسی عبارت میں بھی تقویل مالم یقل بالقائل پر عمل نہ کیا جائے۔ پھر بھی کہیں انغلاق یا ابہام ہو تو ہم اسے حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کے بقول کہ (یہ ناکارہ تو حذو النعل بالنعل ان حضرات (اکابر دیوبند) کا جامد متبع ہے۔ اور اس ناکارہ کی تحریر میں کوئی لفظ ان کی تحقیق کے خلاف ہے تو وہ لغو، ناقابلِ التفات اور مردود ہے) پر عامل ہیں۔"

البتہ یہاں پر پھر وہی بات مکرر عرض کرتا ہوں کہ اس رسالہ کا مقصد مختلف فیہ مسائل میں کسی کی طرف دعوت دینا ہرگز ہرگز نہیں ہے۔ مقصودِ اصلی تو صرف یہ ہے کہ اس پُرفتن دَور میں دینِ حنیف کی سربلندی کو مدنظر رکھ کر دونوں فریق (دیوبندی، بریلوی) ان مختلف فیہ مسائل و امور میں اپنے اپنے موقف پر قائم رہتے ہوئے دینِ اسلام کے غلبہ کے لئے اعداءِ اسلام کے مقابلے میں متحد ہوکر سینہ سپر ہوجائیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو امت کا درد اور اس پر شفقت کی توفیق دے۔ اخلاص و للّٰہیت سے نوازے۔ اپنا اور اپنے پیارے رسول کا تعلق اور سچی محبت نصیب فرمائے۔ اپنی اور ان کی رضا کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرماکر قبولیت سے نوازے۔ آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العٰلمین۔ وصلّی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا ومولانا محمدٍ الرّءوف الرحیم وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ وبارکْ وسلّم

حبیب اللہ مظاہری۔ مدینہ منورہ

۹ محرم الحرام ۱۴۱۸ھ

مقدّمہ

از حضرت مولانا الحاج عبد الحفیظ صاحب مکی دامت برکاتہم شاگرد رشید
و خلیفہ مجاز حضرت قطب الاقطاب شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہٗ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَمَنِ اتَّبَعَ ھَدْیَہٗ۔

اَمَّا بَعْدُ:۔ رسالہ "اکابر کا مسلک و مشرب اور مختلف فیہ مسائل میں مخالفین کے ساتھ ان کا معاملہ" مرتبہ مولانا عزیز الرحمٰن صاحب ہزاروی مع حواشی مولانا حبیب اللہ صاحب مدنی مدظلہما دیکھا۔ جو کہ فی الحقیقت "اَلْمُھَنَّدُ عَلَی الْمُفَنَّدْ" تالیف شیخ المشائخ امام جلیل حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری قدس سرہٗ کے محررشدہ چند اسئلہ کے اجوبہ مع ایک لطیف و قیمتی مقدمہ اور بعض فوائد متنوعہ جلیلہ و حواشی مفیدہ و قیمہ پر مشتمل ہے۔ باوجود اس کے کہ یہ رسالہ فی نفسہٖ مختصر ہے مگر وقت کی ایک بہت ہی اہم ضرورت کو پورا کرتا ہے۔ اور مرتب و محشی مدظلہما کی فرقۂ ناجیہ اہل السنۃ والجماعۃ میں تفرق و انتشار کو ختم کرنے کی دلی کڑھن و فکر اور موجودہ حالت پر قلبی حزن و ملال اس کی ہر ہر سطر میں صاف عیاں ہے۔ فَجَزَاھُمَا اللّٰہُ خَیْرَ الْجَزَاءِ۔

اس وقت جب کہ عالمِ کفر اسلام اور مسلمانوں کی دشمنی پر کمر کسے ہوئے ہے اور کوئی لمحہ ایسا نہیں گذرتا کہ جس میں وہ کسی نہ کسی انداز سے وار نہ کر رہا ہو۔ اسرائیل کا یہودی، یورپ و امریکہ کا عیسائی، روس کا ملحد کمیونسٹ، سب باوجود اپنے اختلافات کے اسلام دشمنی میں ہر جگہ ایک ہو چکے ہیں اور اسلام و مسلمانوں کو ختم کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ قادیانی، آغاخانی، ذکری و رافضی فتنے اپنے اپنے انداز میں اسلام کی جڑیں کاٹ رہے ہیں۔ ان حالات میں مسلمان اہل السنۃ والجماعۃ کو اتحاد و اتفاق کی جتنی آج ضرورت ہے، اتنی شاید کبھی نہ ہوئی ہو۔ چونکہ اختلاف و نزاع میں قوت بھی کمزور ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت و برکت بھی

اٹھ جاتی ہے۔ اور اختلاف و نزاع کے نتیجہ میں عموماً بڑے بڑے آثام و گناہ وجود میں آجاتے ہیں جیسے کبر و عُجب، تحقیر و ایذاءِ مسلم، جھوٹ، غیبت اور بہتان وغیرہ۔ اور ظاہر ہے کہ ان حالات میں نصرتِ خداوندی کیسے مسلمانوں کے ساتھ ہو گی، جس کا نتیجہ ظاہر ہے۔ اور جن المناک و دردناک حالات سے امتِ مسلمہ اس وقت گذر رہی ہے، وہ فی الحقیقت ہمارے لئے عبرت کا مقام ہے۔ اس کے ساتھ ہی یہ المناک حالات زوردار دعوت دیتے ہیں کہ امتِ مسلمہ جلد از جلد اپنے خواہ مخواہ کے اختلافات کو نظر انداز کر کے دینِ حنیف کی سر بلندی و غلبہ کے لئے ایک ہو جائے۔ اور سوادِ اعظم اہل السنۃ والجماعۃ کو دشمنانِ اسلام نے جن گروہ بندیوں میں پھنسا دیا ہے، اس سے فوراً نکل آئے۔

اللہ تعالیٰ مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی مدظلہ العالی کو جزائے خیر دے کہ انہوں نے اس تقاضہ کو پورا کر کے پوری امت کے علماءِ حق کی طرف سے فرضِ کفایہ ادا کیا۔ دشمنانِ اسلام خصوصاً برصغیر میں انگریز نے پوری کوشش کی کہ مسلمانوں کو گروہوں میں تقسیم کر دیا جائے اور ان میں مختلف انداز سے نزاع و اختلاف پیدا کر دیا جائے۔ مگر ہمارے اکابر علماءِ دیوبند قدس اللہ اسرارہم و نوّر مضاجعہم ہمیشہ اس میں سدِ سکندری بنے رہے۔ اور ہر طرح سے ان کی پالیسی کو ناکام بنایا۔ ان حضراتِ اکابر نے اخلاص و للّٰہیت کے ساتھ ہر دم دین کی سر بلندی اور اعلاء کلمۃ اللہ ہی کو اپنی زندگی کا مقصدِ اعظم اور ہدفِ اسمیٰ بنائے رکھا۔ اور اس کی خاطر غیروں سے جہاد کیا۔ ہر طرح کی جد و جہد و سعی و کوشش کی۔ ہر نوع کی تکلیف برداشت کی اور ہر انداز سے قربانی پیش کی۔ اور اپنوں کی طعن و تشنیع و سب و استہزاء اور ہر نوع کا تیر برداشت کیا۔ اور مخالفین کے ساتھ معاملہ میں، وسعتِ ظرفی، فراخدلی اور عالی حوصلگی کی ایسی ایسی مثالیں قائم کیں کہ شاید و باید۔

آجکل ایک گروہ جو نہ صرف یہ کہ انہی اکابر کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرتا ہے۔ بلکہ یہ انداز اختیار کرتا ہے کہ گویا وہی ان اکابر کا اصل متبع ہے۔ نعوذ باللہ۔ حالانکہ اس گروہ کا مسلک و مشرب اور مخالفین کے ساتھ ان کا معاملہ ان اکابر رحمہم اللہ تعالیٰ کے بالکل برعکس ہے۔ ان کا یہ طرزِ عمل ہی اہل السنۃ والجماعۃ کے آپس میں اتحاد و اتفاق میں بہت بڑی رکاوٹ بنا ہوا ہے ضروری تھا کہ اکابر رحمہم اللہ تعالیٰ کا صحیح مسلک و مشرب خصوصاً مخالفین کے ساتھ معاملہ میں واضح کیا جائے۔ تاکہ یہ ناخلف اور اکابر کی طرف نام نہاد منتسبین کا یہ گروہ جو غلط فہمی اپنے قول و عملِ باطل سے پیدا کر رہا ہے، اس کا ازالہ ہو سکے۔ ان میں سے بعض غالی توحید و سنت کے مبارک نام سے

ایسے ایسے غلط اور باطل عقائد عوام میں پھیلا رہے ہیں جو اہل السنۃ والجماعۃ کے عموماً اور اکابر رحمہم اللہ تعالیٰ کے عقائد کے بالکل مخالف بلکہ بعض تو ان میں سے نہایت گستاخانہ اور کفریہ عقائد ہیں یہاں ہم نمونہ کے طور پر چند ایسے واہیات اقوال نقل کرتے ہیں۔ تاکہ اندازہ ہو سکے کہ اکابر رحمہم اللہ کی طرف ان ناخلفوں نے کیا کیا منسوب کر دیا۔ جس سے اس کے ازالہ کی ضرورت کا اندازہ ہو سکے۔

ان میں سے ایک واعظ نام نہاد مولوی صاحب نے مجمع میں کہا کہ "جو شخص حضور علیہ السلام کے سماع صلوٰۃ وسلام عند القبر کا قائل ہے خواہ کسی تاویل سے ہو وہ قرآن وحدیث اور شریعت کی رُو سے بلا تاویل کافر ہے، مرتد ہے" "جو شخص سماع عند القبر کے قائل کو کافر نہ سمجھے وہ بھی بلا تاویل کافر ہے اور جو اس کو کافر نہ مانے وہ بھی کافر۔ اگر نبی علیہ السلام کے سماع عند القبر کے قائل ابوبکر صدیق ہوں تو وہ بھی کافر ہیں۔ یعنی اگر ابوبکر صدیق میرے سامنے آکر یہ عقیدہ ظاہر کریں تو میں ان کو بھی کافر کہہ دوں گا" "بعد از موت سماع و رؤیت انبیار کا عقیدہ دراصل یہودیوں کی ایجاد ہے" (انتہی)

ان میں سے ایک مولوی اللہ بخش اپنے ایک رسالہ میں لکھتے ہیں۔

(۱) (بعد از موت، سماع و رؤیتِ انبیار کا عقیدہ دراصل یہودیوں کی ایجاد ہے) نعوذ باللہ منہ

(۲) (مرے ہوئے شخص کو چاہے پیغمبر ہی کیوں نہ ہو، موت کے بعد اپنے اوپر وارد ہونیوالے حالات کا علم نہیں ہوتا) نعوذ باللہ (بحوالہ دعوت الانصاف)

اسی طرح ان میں سے ایک غالی وگستاخ مولوی احمد سعید نامی شخص نے تو یہاں تک جسارت کی ہے کہ:

(۱) (جو شخص حضور علیہ السلام کے سماع صلوٰۃ وسلام عند القبر کا قائل ہے، خواہ کسی تاویل سے ہو، وہ قرآن وحدیث اور شریعت کی رُو سے بلا تاویل کافر ہے، مرتد ہے) نعوذ باللہ منہ

(۲) (جو شخص سماع عند القبر کے قائل کو کافر نہ سمجھے وہ بھی بلا تاویل کافر ہے۔ اور جو اس کو کافر نہ مانے وہ بھی کافر ہے۔ نیز جو شخص اس مسئلہ کو فروعی کہتا ہے وہ بھی کافر ہے) نعوذ باللہ منہ

(۳) (اگر نبی علیہ السلام کے سماع عند القبر کا قائل ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہوں تو وہ بھی کافر ہیں) العیاذ باللہ۔ (بحوالہ دعوت الانصاف فی حیات جامع الاوصاف) از حضرت مولانا عبد العزیز شجاع آبادی)

(۴) اسی طرح "انجمن سپاہ توحید وسنت. کبیر والا کے دستور مطبوعہ میں صفحہ پر چھپا ہوا ہے۔

"یہ عقیدہ رکھنا کہ انبیار کرام یا خصوصاً نبی کریم محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمہ وقت ہر پڑھنے والے کا

درود وسلام سنتے ہیں (خواہ عند القبر یا دور سے) تو ایسا عقیدہ رکھنے والے نے شرک فی السمع کا ارتکاب کیا ہے۔ قرآن کریم کی نصوص قطعیہ کا انکار کیا ہے۔ لہٰذا ایسا شخص کافر و مشرک ہے۔) یہ انجمن زیر نگرانی "علامہ احمد سعید خان چتر ورگڑھی" رکن مقننہ جمعیت اشاعۃ التوحید والسنۃ، پاکستان کے ہے۔ فَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔

بھلا نعوذ باللہ ایسے خبیث نظریات و باطل عقائد سے حضرات اکابر کا کیا تعلق؟ "اَلْمُھَنَّدُ عَلَی الْمُفَنَّدِ" میں اکابر کے اس بارے میں اور دیگر اسی طرح کے امور میں متفقہ عقائد مذکور ہیں جو ان شاء اللہ رسالہ ہٰذا میں ملاحظہ فرمائیں گے۔ یہی ہمارے اکابر علماء دیوبند کے سلفاً و خلفاً متفقہ و مسلمہ عقائد ہیں اور ان مسائل میں یہی ان اکابر کا مسلک و مشرب ہے۔

اس کے علاوہ یہ ناخلف اور ان کے حواری و مؤیدین موقع بہ موقع حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کرتے ہیں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نیز سلفِ صالحین اور اولیاء کرام کی مختلف انداز سے گستاخی کرتے ہیں اور خانقاہی لائن کی عدم اہمیت بلکہ ایک طرح سے مخالفت، تحقیر، بزرگوں کے معمولات مجاہدات و اشغال وغیرہ کو اس طرز سے طعن و تشنیع بلکہ تمسخر و استہزاء کا نشانہ بناتے رہتے ہیں۔ اور دین و اسلام کا حلیہ کچھ اس طرح بگاڑ کر پیش کرتے ہیں کہ اکابر کا مسلک و مشرب گویا ضلالت و گمراہی معلوم ہوتا ہے۔ اور مخالفین کے ساتھ تعامل کا انداز ایسا بد خلقی و بدتمیزی کا ہوتا ہے کہ شریف انسان شرما جائے۔ گذشتہ سال یہ سیہ کار میر پور، آزاد کشمیر ایک مدرسہ کے جلسہ میں گیا۔ اسی طبقہ کے کچھ لوگ وہاں موجود تھے۔ ہمارے استقبال میں بھی یہ پیش پیش تھے۔ پہلی ہی نشست میں ہی باتوں باتوں میں انہوں نے کہنا شروع کیا کہ فلاں شخص جو کہ بڑا مشرک ہے، فلاں بدعتی .... فلاں مشرک، بدعتی و مشرک کے بغیر کسی شخص کا نام نہیں لیتے تھے اور پھر ان پر فقرے اور مذاق بلکہ گالیاں اور اسی ذیل میں ہنسی اور ٹھٹھے بازی اور بیہودہ فقرے۔ جب تحقیق کی تو پتہ چلا کہ یہ تو مخالف فریق کے بریلوی علماء حضرات کے بارے میں تبصرہ ہو رہا تھا۔ اس سیہ کار کو ان کے اس انداز سے بہت تکلیف ہوئی۔ لہٰذا اپنے بیان میں خصوصاً تزکیہ نفس اور اخلاقِ حمیدہ پر زور دیا۔ قرآن کریم اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور حضرات صحابہ کرام و بزرگان دین اور اپنے اکابر کے قصے اور واقعات اس بارے میں سنائے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ غالی متشدد دو تین جو تھے وہ تو بیان کے فوراً بعد وہاں سے چپکے سے نکل گئے مگر وہاں موجود تقریباً سب ہی اہلِ علم و دیندار حضرات نے اس سیہ کار کے بیان کو سراہا۔ اور یہ کہ اگر ایسا انداز اختیار کیا جائے تو اس علاقہ میں خواہ مخواہ کی آپس میں خلفشار و اختلاف کی جو فضا ہے

وہ ختم ہوسکتی ہے۔ اسی طرح راولپنڈی کے قریب ایک علاقہ میں کچھ علماء اور جمعیت کے حضرات نے استقبالیہ دیا، وہاں بھی اس سیہ کار نے تصوف کی اہمیت اور اصلاحِ قلب کی ضرورت پر بیان کیا۔ اور اس ذیل میں خانقاہ گنگوہ شریف اور حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ کا اپنے پیر و مرشد حضرت امام ربانی گنگوہی قدس سرہٗ کی خدمت میں دار العلوم دیوبند سے ان کی خانقاہ گنگوہ تک پیدل چل کر ہر ہفتہ نیاز مندانہ حاضری دینا اور حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی قدس سرہٗ کا خانقاہ گنگوہ کے خلوہ میں گھنٹوں ذکر جہری کی ضربیں لگانا، عبادات میں مشغولی وغیرہ، اس طرح کے مختلف واقعات ذکر کئے اور خانقاہی لائن کی اہمیت واصلاحِ باطن کی ضرورت پر زور دیا۔ بیان کے بعد کئی حضرات باصرار بیعت ہوئے۔ اس کے بعد ایک عالمِ دین نے اس سیہ کار کو بتایا کہ بعض لوگ کہہ رہے تھے کہ ساری عمر تو تم ہمیں خانقاہوں سے، پیروں سے روکتے رہے اور اب ہمیں اسی طرف بلاتے ہو؟ تو اس سیہ کار نے ان سے عرض کیا کہ یہ تو آپ لوگوں کے غور کرنے کی بات ہے کہ اس میں کہاں تک صداقت ہے۔ اور یہاں تک حالت کیسے پہنچی۔ وہ صاحب خود بھی اپنے اکابر میں سے ایک بزرگ سے بیعت تھے۔ اسی طرح وہاں موجود دوسرے علماء بھی مختلف حضرات سے بیعت تھے۔ مگر غالی مماتی گروہ جو حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا منکر ہے نیز تصوفِ مشائخ، سلسلہ اور معمولاتِ خانقاہی کے ساتھ بھی ان کا معاملہ لاپرواہی اور استہزار کا ہی ہوتا ہے کے بعض لوگ آکر اس مسجد میں تقریریں کرتے تھے اور فضا ایسی بنا دی تھی کہ گویا اکابر علماءِ دیوبند نعوذ باللہ پیری مریدی اور اصلاحِ باطن کے خلاف ہیں۔ اور خانقاہی لائن کے مخالف۔ اور یہ تاثر ان لوگوں نے عموماً مختلف جگہوں پر پیدا کر دیا ہے۔ خود ہمارے مخدوم محترم فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبد الستار صاحب مدظلہ العالی مفتی اعظم خیر المدارس ملتان فرماتے ہیں کہ "میں نے اپنے گاؤں میں جب بعض لوگوں کو یہ بتایا کہ میں بھی بیعت ہو گیا ہوں تو گاؤں والے لوگوں کو اس کا بالکل یقین نہیں آیا اور انہوں نے صاف کہہ دیا کہ نہیں جی آپ بیعت نہیں ہو سکتے۔ اور وجہ اس کی یہی ہے کہ ان غالی مماتیوں نے ہر جگہ اکابر کے مسلک و مشرب کے برخلاف تقویٰ، عبادت، ذکر و درود، دعا وانابت تواضع ورحمدلی، اخلاق وہمدردی کی بجائے اولیاءِ کرام وبزرگوں کے معمولات پر تمسخر وطعن اور مخلوقِ خدا سے بد خلقی ودرشتگی، مشائخ کے معمولات سے لاتعلقی بلکہ ان کی تحقیر وتضحیک کی ایسی لائن اختیار کی جس سے عموماً لوگوں کے ذہنوں میں یہ بات جم گئی کہ نعوذ باللہ علماءِ دیوبند اور ان کے اکابر قدس اللہ اسرارہم اس "سلسلۂ خانقاہیت وتصوف" کے ہی سرے سے قائل نہیں ہیں۔ اور نعوذ باللہ یہ حضرات اولیاء اللہ اور مشائخ تصوّف کے گستاخ ومنکر ہیں اور بیعت وسلوکِ طریقت کے منکر ہیں۔

حالانکہ ہمارے حضرت شیخ قدس سرہٗ اپنی مایۂ ناز تصنیف "فتنۂ مودودیت" میں صاف صاف فرماتے ہیں "بہرحال ہم لوگ جماعتی حیثیت سے اس زمانہ میں تقلید کو ضروری سمجھتے ہیں۔ اور اسلاف نے جو اجتہاد کے لئے شرائط رکھی ہیں وہ آجکل کے علماء میں مفقود پاتے ہیں۔ اسی طرح شرعی تصوف کو تعلق مع اللہ اور حلاوتِ ایمانی اور ایمانی صفات پیدا کرنے اور پیدا ہونے کے لئے اقرب الطرق سمجھتے ہیں۔ اس لئے جو شخص یا جو جماعت ان دونوں چیزوں میں ہمارے خلاف ہے وہ یقیناً ہماری جماعت سے علیحدہ ہے۔ دیوبندی مسلک میں یہ دونوں چیزیں بڑی اہم ہیں"۔ اھ۔

نیز ان اکابر رحمہم اللہ کی ساری زندگی روزِ روشن کی طرح ہمارے سامنے ہے۔ ان کی سوانح پڑھیں۔ ہر جگہ آپ کو اخلاص و للّٰہیت، تواضع و انکساری، رحمدلی و نیک نفسی، علوِ ہمتی، کثرتِ عبادت، ذکر اللہ سے ہر دم زبان تر، خوفِ خدا و آخرت کی فکر سے قلب ہر وقت لرزاں، خلقِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے نمونے، عشقِ نبوی میں ڈوبے ہوئے۔ سلفِ صالحین، اولیاء کاملین کے حقیقی جانشین، جن کو دیکھ کر خدا یاد آئے۔ اور جن کے چہروں کے انوار سے دیکھنے والوں کے قلوب کی ظلمتیں مٹ جاتی تھیں اور نظرِ کیمیا اثر سے تقدیریں بدل جاتی تھیں۔ ان ہی شموس و بدورِ ہدایت کے بارے میں ہمارے حضرت شیخ قدس سرہٗ اپنی کتاب "شریعت و طریقت کا تلازم" میں ص۶ پر فرماتے ہیں:-

خدا یاد آئے جن کو دیکھ کر وہ نور کے پتلے
نبوت کے یہ وارث ہیں یہی ہیں ظلِ رحمانی

یہی ہیں جن کے سونے کو فضیلت ہے عبادت پر
انہی کے اتقا پر ناز کرتی ہے مسلمانی

انہی کی شان کو زیبا نبوت کی وراثت ہے
انہی کا کام ہے دینی مراسم کی نگہبانی

رہیں دنیا میں اور دنیا سے بالکل بے تعلق ہوں
پھریں دریا میں اور ہرگز نہ کپڑوں کو لگے پانی

اگر خلوت میں بیٹھے ہوں تو جلوت کا مزہ آئے
اور آئیں اپنی جلوت میں تو ساکت ہو سخندانی

اسی طرح مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہٗ اپنی کتاب (میرے

والد ماجد اور ان کے مجرب عملیات ا کے ص۵۲ میں فرماتے ہیں۔ والد ماجد فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے دار العلوم کا وہ وقت دیکھا ہے جس میں صدر مدرس سے لے کر ادنیٰ مدرس تک اور مہتمم سے لے کر دربان اور چپڑاسی تک سب کے سب صاحب نسبت بزرگ اور اولیاء اللہ تھے دار العلوم اس زمانہ میں دن کو دار العلوم اور رات کو خانقاہ معلوم ہوتا تھا کہ اکثر حجروں سے آخرِ شب میں تلاوت اور ذکر کی آوازیں سنائی دیتی تھیں۔ اور درحقیقت یہی اس دار العلوم کا طغرائے امتیاز تھا۔ جس نے اس کو دنیا کے مدارس میں ممتاز بنایا تھا۔ اھ

ان اکابر کے یہاں علمی رسوخ و کمال کے ساتھ ساتھ اصلاحِ باطن و تزکیۂ نفس لازم و ملزوم تھا اور یہ سبھی حضرات ؎

برکفے جام شریعت برکفے سندانِ عشق ۔۔۔ ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن

کے سچے مصداق تھے۔ ایسے عظیم الشان اکابر رحمہم اللہ کو بعض ناخلف منتسبین کی طرف سے بدنام کرنا اور عوام میں ان کے بارے میں غلط تاثرات پیدا کرنا بہت بڑا ظلم اور انتہائی ذلیل حرکت ہے۔ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب ہزاروی مدظلہ جو کہ ہمارے حضرت شیخ قدس سرہٗ کے خلیفۂ مجاز و عاشق صادق ہیں کو چونکہ ان جلیل القدر اکابر کی طرف نام نہاد منتسبین غالی مماتی گروہ سے اکثر واسطہ پڑتا رہتا ہے اور ان کے غلط نظریات و بدعقیدگی کی تبلیغ کے نمونے ان کے سامنے ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ اور اہل السنۃ والجماعۃ کے اتحاد و اتفاق میں ان کا رکاوٹ ہونا اور ان حضرات رحمہم اللہ کی بدنامی کا سبب تھا اور جس سے ان کے بارے میں عوام کا بدظن ہونا اور غلط فہمی کا شکار ہونا لازمی تھا۔ اور ادھر بچپن سے ہی اپنے اکابر رحمہم اللہ تعالیٰ سے حضرت مولانا موصوف کو عشق کے درجہ تک قلبی تعلق تھا اور ان کے حالات و سوانح و تذکروں سے ہمیشہ اپنے قلب و دماغ کو معطر کرتے رہتے تھے جو کہ اس مماتی گروہ کے نظریاتِ باطلہ کے بالکل برعکس تھے، اس لئے انہوں نے اس رسالہ کی تالیف کو ضروری جانا۔ اور اپنے انداز سے دردِ دل بیان کر کے اہل السنۃ والجماعۃ کے دونوں عظیم گروہوں کے اہلِ علم و اہلِ دانش و اہل دین سے گویا یہ گذارش کی ہے کہ اگر باطل و کفریہ طاقتیں باوجود اپنے وسیع اختلافات کے اسلام و مسلمانوں کے خلاف اکٹھی ہو سکتی ہیں تو ہم دونوں اہل سنۃ والجماعۃ کے عظیم گروہ اپنے چند اختلافات کو نظر انداز کر کے دین کی سربلندی اور اس کے تحفظ و تقویت کے لئے اکٹھے کیوں نہیں ہو سکتے؟ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ جن چند امور میں ہمارے درمیان اختلافات ہیں، ہم میں سے ہر ایک ان میں اپنے اپنے علماء کے بتائے ہوئے طریقہ پر عمل کرتا رہے مگر بقیہ دین کے سینکڑوں بلکہ ہزاروں متفقہ امور میں ہم دینِ حنیف کی سربلندی اور اسلام و مسلمانوں کی عظمت و شوکت کے لئے مشترکہ جدوجہد و کوشش و سعی کر کے کفر کی پالیسیوں اور فرقِ

باطلہ کے عزائم کو خاک میں ملادیں۔

حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب مدظلہ العالی نے یہ ایک مخلصانہ ندا لگائی ہے اور دردمندانہ اپیل کی ہے اور حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب نے حواشی قیمہ تحریر فرماکر اسے نورٌ علیٰ نور بنادیا ہے۔

فریقین دیوبندی و بریلوی حضرات سے امید ہے کہ وہ اس ندا پر لبیک فرماویں گے اور اس درد کو محسوس کریں گے اور اس نور کی طرف بڑھیں گے کہ فی الحقیقت امت مسلمہ کا یہی سوادِ اعظم ہیں۔ اور فی الجملہ مسلمانوں کی ۹۵ فیصد سے زیادہ آبادی انہی پر مشتمل ہے۔ اور اہلِ سنت کے اتحاد سے متعلق وقت کے اس اہم تقاضہ کو جان کر اس کے لئے مؤثر تدابیر اختیار فرمائیں گے۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ۔

اس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ فقیہ الامت عارف باللہ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہٗ کے ایک مضمون کے کچھ اقتباسات درج کر دوں جو کہ اس قضیہ سے متعلق ہیں اور بہت اہم ہیں۔ اور حضرت مفتی صاحب رح کے ایک مضمون بعنوان "اختلافات امت اور ان کا حل" سے لئے گئے ہیں۔ اس مضمون کو ماہنامہ الفرقان" لکھنوٴ نے ذی الحجہ ۱۴۱۳ھ شمارہ ۶ جلد ۶۱ میں شائع فرمایا تھا۔

حضرت مفتی صاحب فرماتے ہیں:۔

"شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب قدس اللہ سرہٗ مالٹا کی چار سالہ جیل سے رہائی کے بعد دار العلوم دیوبند میں تشریف لائے تو علماء کے ایک مجمع کے سامنے آپ نے ایک بہت اہم بات ارشاد فرمائی ـــ جو لوگ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے واقف ہیں وہ اس سے بھی بے خبر نہیں ہیں کہ ان کی یہ قید و بند عام سیاسی لیڈروں کی قید نہ تھی جنگ آزادی میں اس درویش کی ساری تحریکات صرف رضائے حق سبحانہ وتعالیٰ کے لئے امت کی صلاح و فلاح کے گرد گھومتی تھیں۔ مسافرت اور انتہائی بے کسی کے عالم میں گرفتاری کے وقت جو جملہ ان کی زبان پر آیا تھا، وہ ان کے عزم اور مقصد کا پتہ دیتا ہے، فرمایا:۔ الحمد للہ بمصیبتے گرفتارم نہ بمعصیتے۔" جیل کی تنہائیوں میں ایک روز بہت مغموم دیکھ کر بعض رفقاء نے کچھ تسلی کے الفاظ کہنا چاہے تو فرمایا "اس تکلیف کا کیا غم ہے جو ایک دن ختم ہو جانے والی ہے۔ غم اس کا ہے کہ یہ تکلیف و محنت اللہ تعالیٰ کے نزدیک قبول ہے یا نہیں ـــ مالٹا کی قید سے واپس آنے کے بعد ایک رات بعد دار العلوم میں تشریف فرما تھے علماء کا بڑا مجمع سامنے تھا۔ اس وقت فرمایا کہ "ہم نے تو مالٹا کی زندگی سے دو سبق سیکھے ہیں" یہ الفاظ سنکر سارا مجمع ہمہ تن گوش ہو گیا۔ اس

استاذ العلماء درویش نے اسّی سال علماء کو درس دینے کے بعد آخر عمر میں جو سبق سیکھے ہیں وہ کیا ہیں؟ فرمایا کہ "جہاں تک میں نے جیل کی تنہائیوں میں اس امر پر غور کیا کہ پوری دنیا میں مسلمان دینی اور دنیوی ہر حیثیت سے کیوں تباہ ہو رہے ہیں تو اس کے دو سبب معلوم ہوئے ۱ ایک ان کا قرآن کو چھوڑ دینا ۲ دوسرے آپس میں اختلافات و خانہ جنگی۔ اس لئے میں وہیں سے یہ عزم لے کر آیا ہوں کہ اپنی باقی زندگی اس کام میں صرف کروں کہ قرآن کریم کو لفظاً اور معنیً عام کیا جائے بچوں کے لئے لفظی تعلیم کے مکاتب ہر ہر بستی میں قائم کئے جائیں، بڑوں کو عوامی درس قرآن کی صورت میں اس کے معانی سے روشناس کرایا جائے اور قرآنی تعلیمات پر عمل کے لئے آمادہ کیا جائے۔ اور مسلمانوں کے باہمی جنگ و جدال کو کسی قیمت پر برداشت نہ کیا جائے"

آگے حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ نے اختلافِ رائے کی حدود" اور "صلح اور جنگ کس سے" کے عنوانات قائم فرمائے ہیں جس میں دین و مذہب کے نام پر اختلافات کے ذیل میں فرماتے ہیں۔ "دین و مذہب کے نام پر کام کرنیوالوں کی اول تو تعداد ہی کم ہے۔ اور جو ہے وہ عموماً قرآن و سنت کی بنیادی تعلیمات سے اغماض کرکے جزوی و فروعی مسائل میں اُلجھ کر رہ گئی ہے۔ چھوٹے سے چھوٹا مسئلہ معرکۂ جدال بنا ہوا ہے، جس کے پیچھے غیبت، جھوٹ، ایذاءِ مسلم، افتراء بہتان، تمسخر و استہزاء جیسے متفق علیہ کبیرہ گناہوں کی بھی پرواہ نہیں کی جاتی، دین کے نام پر خدا کے گھروں میں جدال و قتال اور لڑائیاں ہیں، نوبت پولیس اور عدالت تک پہنچی ہوئی ہے۔ ان دینداروں کو خدا اور رسول پر استہزاء کرنے والوں، شراب پینے والوں، سود اور رشوت کھانے والوں سے وہ نفرت نہیں جو ان مسائل میں اختلاف رکھنے والوں سے ہے ___ کوئی خدا کا بندہ اس پر نظر نہیں کرتا کہ اس کے مثبت و منفی دونوں پہلوؤں میں کوئی بھی کسی کے نزدیک ایسا نہیں جس کے لئے مسلمانوں سے جنگ کرنا جائز ہو، جس کے لئے دوسروں کی غیبت و بہتان تذلیل و تحقیر روا ہو۔"

اور اسی طرح کئی اور عنوانات قائم فرما کر بہت نفیس بحث فرمائی ہے۔ سارا مضمون قابلِ دید ہے، جس کے آخر میں فرماتے ہیں:۔

باہمی جنگ و جدال کے دو رکن

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ آج مذہب کے نام پر جو جنگ و جدال کا بازار گرم ہے اس کے دو رکن ہیں، ایک ہر فرقہ اور جماعت کے علماء، دوسرے وہ عوام جو ان کے پیچھے چلنے والے ہیں۔ علماء

اگر اپنی تحقیق و تنقید میں قرآنی اصولِ دعوت کے مطابق دوسروں کی تنقیص و توہین سے پرہیز کرنے لگیں، اور اسلام کے وہ بنیادی مسائل جن میں کسی فرقہ کو اختلاف نہیں اور اسلام و مسلمانوں پر جو مصائب آج آرہے ہیں وہ سب انہی مسائل سے متعلق ہیں، اپنی کوششوں و محنتوں کا رُخ اِس طرف پھیر دیں۔ اسی طرح عوام اپنی مقدور بھر پوری کوشش کر کے کسی صحیح عالم کا انتخاب کریں اور پھر اس کے بتائے ہوئے طریقہ پر چلتے رہیں، دوسرے علماء یا ان کے ماننے والوں سے لڑتے نہ پھریں۔ تو بتائیے کہ اس میں اشکال کیا ہے؟ سارے فرقے اور ان کے اختلافات بدستور رہتے ہوئے بھی یہ باہمی جنگ و جدال ختم ہو سکتا ہے، جس نے آج مسلمانوں کو کسی کام کا نہیں چھوڑا صرف ذرا سی توجہ دینے اور دلانے اور طرزِ عمل بدلنے کی ضرورت ہے۔ کاش میری یہ آواز ان بزرگوں اور دوستوں تک پہنچے جو اس راہ میں کچھ کام کر سکتے ہیں۔ اور محض اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر اس ہمدردانہ دعوت کے لئے کھڑے ہو جائیں تو امت کی بہت سی مشکلات حل ہو جائیں اور ہمارا پورا معاشرہ جن مہلک خرابیوں کی غار میں جا چکا ہے، ان سے نجات مل جائے۔" اھ

حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ نے جس امر کی دعوت دی ہے اور اُمّت کے مختلف طبقات کو جو احساس دلایا ہے، یہ احساس بحمد اللہ بالعموم اہلِ دل و اہلِ علم و دین مخلص حضرات میں پایا جاتا ہے۔ جیسا کہ حکیم الاسلام، ترجمانِ اکابر، گل سرسبد گلشنِ دیوبند، وارث علوم و حکمت قاسمی حضرت مولانا قاری محمد طیب قدس سرہٗ اور حضرت مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ کے خلف الرشید حضرت مولانا مفتی محمد رفیع صاحب زید مجدہٗ کی تحریرات مندرجہ کتاب ص ۴۴، ۴۵ سے ظاہر ہے۔

مگر مدت دراز سے دشمنان اسلام اور خصوصًا انگریز اور اس کے پیروکاروں اور پاکستان کی حد تک قادیانیوں، آغاخانیوں اور روافض نے فضا ایسی مسموم کر رکھی ہے کہ اختلاف و نزاع بڑھانے کے اسباب تو فورًا میسر آجاتے ہیں، مگر اتحاد و یگانگت خصوصًا اہل السنۃ والجماعۃ کے ان دو فریقوں (دیوبندی و بریلوی) کے درمیان پیدا کرنے کے لئے بہت سخت محنت کے باوجود قدم قدم پر مختلف دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ امتِ مسلمہ کے اتحاد و یگانگت کے عظیم و مقدس مقصد کے لئے سنجیدہ و مخلص اکابر علماء فریقین میں سے ہمت کر کے اُٹھیں اور سب سے پہلے اپنے جذبات کی قربانی دے کر ایک دوسرے کو برداشت کرتے ہوئے، رنجشوں اور ان کے اسباب و ذرائع سے بچتے ہوئے چند اختلافی امور میں اپنی اپنی رائے اور اجتہاد پر ہی عمل کرتے ہوئے بقیہ دین کے بے انتہا اہم امور پر مل کر، یکجان ہو کر، دینِ حنیف کی سربلندی اور اسکی

تقویت کے لئے جان توڑ محنت وکوشش کریں۔ ان شاء اللہ اس طرح اخلاص وللہیت ویکجہتی ایک دوسرے کے لئے محبت والفت کے جذبات کے ساتھ جب اللہ کے دین کے لئے کوشش ہو گی تو اللہ تعالیٰ کی موعود نصرت بھی قدم بر قدم شاملِ حال ہوگی۔ اور امت کی عزت وعظمت رفتہ ان شاء اللہ قلیل وقت میں لوٹ آئے گی۔

آپس کے اختلاف ولڑائی جھگڑے کے بارے میں مشہور ہے کہ اسے جتنا چاہو بڑھا لو! اور اگر کوشش کرو تو یہ کم سے کم بھی ہو جاتی ہے۔ اس موقع پر یاد آیا کہ گذشتہ دنوں یہ سیہ کار حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب کے ساتھ ان کے گاؤں عبدالخیل (ڈیرہ اسماعیل خان) ان کی دعوت پر گیا، تو انہوں نے اپنے گاؤں سے پہلے ایک گاؤں پہنچے تو وہاں دو مسجدوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ دیکھو یہ دونوں مسجدیں بالکل قریب قریب بنی ہوئی ہیں۔ جس پر اس سیہ کار نے بھی تعجب کا اظہار کیا کہ چھوٹے سے گاؤں میں دو مسجدیں اتنی قریب قریب کہ تقریباً جڑی ہوئیں تو مولانا صاحب نے ہنس کر فرمایا کہ ہوا یہ کہ پہلے تو اصلاً ایک ہی مسجد تھی مگر یہاں نمازیوں میں "وَلَا الضَّآلِّيْنَ" کے ضاد پر اختلاف ہو گیا کہ اس کا صحیح مخرج کیا ہے؟ "دال" کے قریب یا "ظاء" کے قریب، اور اس اختلاف وجھگڑے کی نوبت یہاں تک پہنچی کہ ایک دوسرے کی نماز نہ ہونے کے فتوے دئے گئے۔ پھر بیویوں کی طلاقوں تک بات پہنچی اور آپس میں بغض وعناد بڑھا تو دوسرے فریق نے اپنی علیحدہ مسجد بنا ڈالی تاکہ اپنی مرضی کا امام رکھا جا سکے۔ اور ضاد کو صحیح مخرج سے ادا کرنے والے کے پیچھے صحیح نماز پڑھی جائے۔ اور چونکہ اسی محلہ میں اس فریق کے مکانات بھی تھے، اس لئے پہلی مسجد کے قریب ہی دوسری مسجد بھی بن گئی۔ اھ

اسی طرح تشہد کے قعدہ میں انگلی کے اشارہ کے اختلاف میں بعض کا انگلی سے اشارہ کرنے پر انگلی توڑ دینا بھی مشہور ہے۔ اسی طرح کی اور کئی مثالیں موجود ہیں مقصد یہ ہے کہ معمولی معمولی اختلاف کو بڑھانا مقصود بنا لیا جائے، تو مسئلہ دیکھئے کہاں تک چلا جاتا ہے۔ اور اگر ذرا عقل وہوش سے کام لیا جائے تو اختلاف سمیٹا بھی جا سکتا ہے۔

اس رسالہ کا بنیادی مقصد یہی ہے کہ اہل السنۃ والجماعۃ کے دونوں فریق (دیوبندی، بریلوی) جو کہ امت کا سوادِ اعظم ہیں اور ۹۵ فیصد سے زائد ہیں، ان میں اختلاف کی نوعیت کوئی ایسی زیادہ اصلاً نہیں ہے جتنی کہ مختلف وجوہ کی بناء پر اب بن گئی ہے یا بنا دی گئی ہے کہ جس کا سمیٹنا کچھ مشکل ہو۔ لہٰذا اس حقیقت کو سمجھا جائے۔ اور ہر دو فریق کے علماء ان امور کو اختیار کریں جن سے عوام کے اندر دین میں رسوخ اور نیک عمل کرنے میں سہولت پیدا ہو، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت اور قلبی

تعلق اور اعمالِ شرعیہ سے لگاؤ اور ان کا شوق اور اللہ جلّ شانہ کے ساتھ تعلق وانس وانابت وتبتّل میں اضافہ ہوتا ہے۔

مثلاً علماء دیوبند اعمالِ تصوف پر خصوصی طور پر زیادہ توجہ دیں۔ اسی طرح کثرتِ درود شریف وذکراللہ، دعاء واستغفار، ختم خواجگان، ختم یٰسین شریف، ختم بخاری شریف، ختم آیہ کریمہ وغیرہ ایسے اوراد ووظائف جو ان کے مراکز علمیہ دیوبند وسہارنپور اور خانقاہوں جیسے خانقاہ تھانہ بھون وگنگوہ ورائے پور وغیرہ میں معمول بہا تھے، کو اہتمام سے اختیار کریں اور اس کا اہتمام کرائیں کیونکہ یہ بدیہی امر ہے کہ اگر اچھے مشاغل میں عوام کو نہ لگایا جائے گا تو وہ دوسرے بُرے یا فضول مشاغل مشغول ہوں گے۔

اسی طرح علماء واکابر بریلی بھی جو ان حضرات کے ہاں معمول بہا دینی چیزیں ہیں، ان کو اختیار کریں اور ایسے رغبت انداز سے ان اعمال ومعمولات میں اپنے عوام کو لگائیں کہ جس سے ان کی اصل روح حاصل ہو۔ ساتھ ہی اس کا بھی اہتمام کیا جائے کہ معمولات میں جو مروجہ چیزیں جہلاء کی وجہ سے داخل ہو گئی ہیں یا بے دینوں کے اثر اور غلبہ کی وجہ سے انہیں برداشت کیا جاتا ہے، تو ان معمولات سے ایسی چیزوں کو غیرتِ ایمانی، حمیّت دینی اور عشق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی بنا پر قوت اور حکمت عملی سے دور کیا جائے۔ تاکہ ان معمولات کے نتیجہ میں لوگوں میں دینداری، تقویٰ وطہارت، آخرت کی فکر، اتباع سنت وعبادت اور اعمالِ صالحہ کا شوق اور باری تعالیٰ سبحانہ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے قلبی تعلق میں اضافہ ہو۔ اور یہ صرف رسمی اُمور ہی نہ رہ جائیں۔

اور ساتھ ہی ساتھ اُن شرعی ومنصوص اعمالِ صالحہ کی بھی خوب خوب ترغیب ہونی چاہیئے۔ جس کا قرآن کریم وسنت مطہرہ اور اکابر علماء ومشائخ کرام کی تعلیمات میں بھی بہت زور ہے۔

اور خلاف شرع چیزوں کے خلاف تو دونوں ہی فریق کے علماء ہیں۔ لیکن اجتہادی فروعی اختلاف کو نزاع وخلاف اور تفریق کلمہ کا سبب نہیں بنانا چاہیئے۔ بلکہ فریقین کو بہت اہتمام سے اس سے احتراز واجتناب کرنا چاہیئے۔

اختلاف کے باوجود اکابر علماء دیوبند کا اکابر علماء بریلی کے ساتھ تعامل کا کیا انداز اور اس بارے میں کیا مسلک ومشرب تھا اس کی قدرے وضاحت کی جاتی ہے۔ نیز ان اکابر کی طرف نام نہاد منتسب غالی مماتی طبقہ جو اندازِ تعامل اس بارے میں اختیار کئے ہوئے ہے وہ قطعاً اکابر کا طرز ومسلک ومشرب نہیں ہے۔ بلکہ اکابر اس انداز سے بالکل بری اور اس کے قطعاً مخالف تھے۔

ہمارے مخدوم ومکرم حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی مدظلہ العالی تو دیوبندی، بریلوی اختلاف

ہی کو سرے سے ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ وہ اپنی معرکۃ الآرا کتاب "اختلافات امت اور صراطِ مستقیم" میں فرماتے ہیں "میرے لئے دیوبندی، بریلوی اختلاف کا لفظ موجبِ حیرت ہے، آپ سُن چکے ہیں کہ شیعہ سنی اختلاف تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ماننے یا نہ ماننے کے مسئلہ پر پیدا ہوا۔ اور حنفی، وہابی اختلاف ائمۂ ہُدیٰ کی پیروی کرنے نہ کرنے پر پیدا ہوا لیکن دیوبندی، بریلوی اختلاف کی کوئی بنیاد میرے علم میں نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ دونوں فریق امام ابوحنیفہ رحکے ٹھیٹھ مقلد ہیں۔ عقائد میں دونوں فریق امام ابوالحسن اشعری اور امام ابومنصور ماتریدی رح کو امام و مقتدا مانتے ہیں۔ تصوف و سلوک میں دونوں فریق اولیاء اللہ کے چاروں سلسلوں قادری، چشتی، سہروردی اور نقشبندی میں بیعت کرتے ہیں۔ الغرض یہ دونوں فریق اہل السنۃ والجماعۃ کے تمام اصول و فروع میں متفق ہیں، صحابہ و تابعین اور ائمۂ مجتہدین کی عظمت کے قائل ہیں۔ حضرت امام ابوحنیفہ رح کے مقلد ہیں اور مجددالفِ ثانی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رح تک سب اکابر رح کے عقیدتمند ہیں۔ اور اولیاء اللہ کی کفش برداری کو سعادتِ دارین جانتے ہیں۔ اس لئے ان دونوں کے درمیان مجھے اختلاف کی کوئی صحیح بنیاد نظر نہیں آتی۔ اھ۔

اسی طرح حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قدس سرہٗ مہتمم دارالعلوم دیوبند اپنے خطبات میں ایک جگہ فرماتے ہیں " ایک تو اختلافِ آراء ہوتا ہے اور حجت کا اختلاف ہوتا ہے وہ علماء و عقلاء میں آرہا ہے، وہ مضر نہیں ہے۔ اس اختلاف کو نزاع و جدال و جھگڑے کا ذریعہ بنانا یہ مضر چیز ہے۔ یہ جذبات کا کام ہے مسئلہ کا کام نہیں ہے، مسئلہ لڑائی نہیں سکھلاتا ہم مسئلہ کو آڑ بناتے ہیں اور جذبات اپنے نکالتے ہیں۔ پھر لڑائی شروع ہو جاتی ہے ......
...... اختلافی مسائل میں اگر غلو نہ کیا جائے اور اعتدال سے چلا جائے تو میں سمجھتا ہوں کچھ بھی اختلاف نہیں، اب اس اختلاف کو لڑنے جھگڑنے کا ذریعہ ہی بنایا جائے، تو یہ جذبات کی بات ہوئی، مسائل کی بات تو نہ ہوئی۔ .... اس لئے تو میری سمجھ میں تو اب تک بھی نہیں آیا کہ وہ اختلاف و نزاع ہے کیا چیز جس کو بریلویت و دیوبندیت کے نام سے کھولا جارہا ہے۔ دیوبندیت کوئی فرقہ تھوڑا ہی ہے وہ تو اہل سنت والجماعت ہیں۔ اھ (از خطبات حکیم الاسلام ج ۷)

ان دونوں حضرات کا مقصد بظاہر یہی ہے کہ دیوبندی، بریلوی اختلاف کو جس انداز سے پیش کیا جاتا ہے اور جو اس کی ہیئت بنا دی گئی ہے اور غلو و تشدد و طعن و تشنیع کے جو مظاہرے کئے جاتے ہیں، اس کے لحاظ سے حقیقت میں اس اختلاف کی حیثیت بہت ہی کم درجہ

کی ہے۔ اور گویا کہ بنیادی نزاع اتنا اور ایسا ہرگز نہیں ہے۔ بلکہ اس کے مقابلہ میں کالعدم ہے البتہ نفسِ اختلاف کی نوعیت، اس کی ماہیئت اور حقیقت کے بارے میں مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "مجالس حکیم الامت" کے صنہ۱۶ میں اپنے شیخ و مرشد حضرت اقدس تھانوی قدس سرّہٗ العزیز کا مفصل ارشاد نقل فرمایا ہے جو بلفظہٖ مندرجہ ذیل ہے:-

"محفلِ میلاد۔ فرمایا کہ پہلے اس کے متعلق میرا خیال یہ تھا کہ اس محفل کا اصل کام ذکرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تو سب کے نزدیک خیر و سعادت اور مستحب ہی ہے البتہ اس میں جو منکرات اور غلط رسمیں شامل کر دی گئی ہیں، ان کے ازالہ کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اصل امر محفل مستحب کو ترک نہیں کرنا چاہیئے۔ اور یہ دراصل ہمارے حضرت حاجی صاحب قدس سرّہٗ کا مسلک تھا۔ حضرت کی غایت شفقت و عنایت و محبت کے سبب میرا بھی ذوق یہی تھا۔ اور یہی عام طور پر صوفیائے کرام کا مسلک ہے۔ حضرت مولانا رومی بھی اسی کے قائل ہیں۔ انہوں نے فرمایا ہے

بہر کیکے تو گلیمے را مسوز ــــ لیکن ہمارے فقہاءِ حنفیہ کا مسلک ان معاملات میں یہی ہے کہ جو مباح یا مستحب مقاصدِ شرعیہ میں سے ہو اس کے ساتھ یہی معاملہ کرنا چاہیئے۔ کہ اگر اس میں کچھ منکرات شامل ہو جائیں تو منکرات کے ازالہ کی فکر کرنی چاہیئے، اصل کام کو نہ چھوڑا جائے۔ مثلاً مسجدوں کی جماعت میں کچھ منکرات شامل ہو جائیں تو اس کی وجہ سے جماعت چھوڑ دینا جائز نہ ہوگا بلکہ منکرات کے ازالہ کی کوشش مقدور بھر واجب ہوگی۔ اسی طرح اذان، تعلیم قرآن وغیرہ کا معاملہ ہے کہ وہ مقاصدِ شرعیہ میں سے ہیں۔ اگر ان میں کچھ منکرات شامل ہو جاویں تو ازالہ منکرات کی کوشش کی جاوے گی، اصل کام کو نہ چھوڑا جاوے گا۔ لیکن جو مستحبات ایسے ہیں کہ اصل مقاصدِ شرعیہ ان پر موقوف نہیں اگر ان میں کچھ منکرات و بدعات شامل ہو جاویں تو ایسے مستحبات ہی کو ترک کر دینا چاہیئے، مثلاً زیارتِ قبور، ذکرِ رسول کے لئے کسی محفل و مجلس کا انعقاد، کہ اس پر کوئی مقصدِ شرعی موقوف نہیں۔ وہ (یعنی ذکرِ رسول جو کہ مطلوب شرعی ہے بغیر اس مجلس اور خاص صورت کے بھی پورے ہو سکتے ہیں۔ اگر ان میں منکرات و بدعات شامل ہو جاویں تو یہاں ایسی مجالس اور ایسے اجتماعات ہی کو ترک کر دینا لازم ہو جاتا ہے۔ احادیث اور آثارِ صحابہ رضا اور اقوالِ ائمہ میں اس کے بہت سے شواہد موجود ہیں۔ جب کہ علامہ شاطبی رحنے کتاب الاعتصام میں جمع فرما دیا ہے۔

ان احادیث و آثار کی بنا پر فقہاءِ حنفیہ رح کا مسلک ایسے معاملات میں یہی ہے کہ جو امر اپنی

ذات میں مستحب ہو مگر مقصودِ شرعی نہ ہو اگر اس میں منکرات و بدعات شامل ہو جائیں۔ یا شامل ہونے کا خطرہ قوی ہو تو ایسے مستحبات کو سرے سے ترک کر دیا جائے لیکن جو امر مستحب مقاصد شرعیہ میں سے ہو یا اس پر کوئی مقصد شرعی موقوف ہو تو اس کو شمول منکرات کی وجہ سے ترک نہ کیا جائے بلکہ ازالۂ منکرات کی کوشش کرنا چاہیئے۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اسی مسلک حنفی کے پابند تھے۔ اس لئے مروّجہ محفلِ میلاد جو بہت سے منکرات و بدعات پر مشتمل ہوگئی ہے اس میں شرکت کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ کچھ زمانہ تک اس مسئلہ میں حضرت گنگوہی سے بھی میرا اختلاف رہا۔ مگر بالآخر دلائل کی قوت اور دین کی حفاظت کے پیشِ نظر یہی مسلک احوط واسلم نظر آیا۔ اسی کو اختیار کر لیا۔ لیکن جو مسلک صوفیائے کرام رح نے اختیار فرمایا ہے میں اس کو بھی بے اصل نہیں جانتا۔ فقہائے مجتہدین سے حضرات شافعیہ کا بھی یہی مسلک ہے۔ علامہ شامی رح نے مصافحہ بعد الصلوٰۃ کے مسئلہ میں شیخ محی الدین نووی شافعیؒ کا یہی مسلک نقل کیا ہے۔ اس لئے جو صوفیائے کرام محفلِ میلاد خالی از منکرات پر عامل ہیں ان پر بھی اعتراض اور بدگمانی نہیں کرنی چاہیئے۔

(اس ملفوظ میں سب حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ نہیں، شرح و توضیح احقر کی طرف سے شامل ہے (محمد شفیع)

اسی طرح حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کتاب (مجالس حکیم الامت) میں صـ ۲۳۴ پر حضرت اقدس تھانوی قدس سرہ العزیز کا ایک اور ارشاد نقل فرماتے ہیں" فرمایا کہ غیر مقلدی بے عقلی کی دلیل ہے، بے دینی کی نہیں۔ ہاں جو ائمۂ مجتہدین پر تبرّا کرے تو بے دینی بھی ہے! اور فرمایا کہ میں نے ایک غیر مقلد کو بیعت کیا تھا اور اس کو یہ وصیت کی تھی کہ میلاد فاتحہ پڑھنے والوں کو عموماً کبھی بُرا نہ کہنا۔ کیونکہ ان میں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جن کی نیت بھی نیک ہے اور عقیدہ بھی۔ صرف ایک مسئلۂ فقہیہ میں اختلاف ہے۔ وہ یہ کہ جس مستحب اور نیک کام میں منکرات و بدعات شامل ہو جائیں تو اس کے متعلق حنفیہ رح کا مسلک تو یہ ہے کہ سرے سے اس مستحب ہی کو ترک کر دیا جائے جس میں عادۃً منکرات شامل ہو جاتے ہیں! اور حضرات شافعیہ کا مسلک یہ ہے کہ اس عمل مستحب کو ترک نہ کیا جائے البتہ منکرات و بدعات کو اس سے خارج کیا جائے۔" اھ۔

لہ یہاں یہ بھی ملحوظ فرمالیا جائے کہ اکابر حضرت گنگوہی و حضرت تھانوی قدس سرہما کے نزدیک اصلاً محفلِ میلاد کا انعقاد مستحب اور موجب خیر و سعادت ہے۔ یہی بات "المہند" اور دیگر مقامات پر اکابر سے صراحتاً منقول ہے۔

اسی طرح مفتیٔ اعظم ہند فقیہ الامت عارف باللہ حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی مدظلہ العالی خلیفۂ اجل قطب الاقطاب حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی قدس سرہٗ العزیز سے بھی جب ایک صاحب نے پوچھا کہ حضرت یہ دیوبندی بریلوی اختلاف کی کیا حقیقت ہے تو حضرت مفتی صاحب مدظلہ العالی نے فرمایا کہ جیسے حنفی شافعی" اھ

اور اس کی توضیح حضرت اقدس تھانوی قدس سرہٗ کے مضمون میں مفصل آچکی۔ اور یہی وجہ ہے کہ اکابر رحمہم اللہ تعالٰی نے ان اختلافی امور میں فی نفسہٖ مسئلہ کی تنقیح و وضاحت کے لئے تو رسائل میں جو حق سمجھا اسے پوری قوت کے ساتھ مدلّل و محقق بیان فرمایا کہ یہی دیانت وللّٰہیت وحقانیت کا تقاضہ تھا اور جب کسی نے استفتار کیا تو اُسے بھی وہی فتوٰی دیا جسے وہ دیانۃً صحیح سمجھتے تھے۔ مگر اس کے بعد ان مخالفین حضرات کے ساتھ معاملہ بمقتضائے خُلق محمدی و اتباعِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور شرعی تعلیمات و ہدایات کی پابندی اور جذبۂ ہمدردی و خیر خواہی بر مخلوق خدا کی بنا پر نہایت مشفقانہ فرمایا۔ کبھی اس میں غلو و تشدد سے کام نہیں لیا۔ اس اختلاف کو اس کی حدود کے اندر ہی رکھا کبھی اسے کفر و اسلام کا مسئلہ نہ بنایا۔ جس کی بہت سی نظیریں ان حضرات کی تحریروں میں اور حالات میں ملے گی۔ یہاں بطور نمونہ صرف چند ایک نقل کرتے ہیں تاکہ ان سے مشعل راہ کا کام لیا جائے۔

(۱) حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ "مجالسِ حکیم الامت" میں ص۱۲۳ پر فرماتے ہیں:۔

"اکابرِ دیوبند کی جس طرح مسائل میں حق گوئی وصاف گوئی معروف و مشہور ہے جس کو سب جانتے ہیں، اسی طرح ان کے تقوٰی اور تواضع کا ایک دوسرا رُخ بھی ہے جس کو بہت کم لوگ جانتے ہیں۔ وہ یہ کہ مسئلہ میں تو کسی کی رعایت نہیں، اپنے نزدیک جو حق بات ہے وہ صاف کہہ دیں۔ لیکن اس کے خلاف کرنے والے حضرات کی شخصیات اور ذاتیات پر بات آئے۔ تو اس میں بڑی احتیاط کرتے ہیں۔ ان کی بدگوئی سے خود بھی احتیاط کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی احتیاط کی تلقین کرتے ہیں۔ جس پر ان کی زندگی کے واقعات شاہد ہیں۔ اسی سلسلہ کا ایک واقعہ یہ ہے کہ:۔

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے کہا کہ مولانا عبد السمیع صاحب بیدل بکثرت میلاد پڑھتے اور پڑھواتے ہیں، آپ کیوں نہیں کرتے؟ فرمایا کہ بھائی ان کو حبِّ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑا درجہ حاصل ہے، دعا کرو مجھے بھی وہ حاصل ہو جائے۔ (ملفوظ حکیم الامت ۱۲ / رمضان ۱۳۴۵ھ)

یہ سوال چونکہ دوسرے ایک عالم کی شخصیت اور اپنی ذات کے تقابل کا تھا، اس لئے اس وقت کسی مسئلہ کی تحقیق کی جاتی تو وہ اپنے نفس کی طرف سے مدافعت اور دوسرے عالم کی شخصیت پر جرح ہوتی۔ اس سے اجتناب فرمایا اور تواضع کا پہلو اختیار کیا۔ اگر صرف مسئلہ پوچھا جاتا کہ مروجہ قسم کی محفلِ میلاد کا کیا حکم ہے تو وہی فرماتے جو ان کی تحریرات اور فتاویٰ میں مذکور ہیں۔

ایک مشہور پیر صاحب بازاری عورتوں کو بھی مرید کر لیتے تھے۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں کچھ لوگ ان کو بُرا کہنے لگے تو حضرت نے بہت خفا ہو کر فرمایا کہ "تم نے ان کا عیب دیکھ لیا، یہ نہیں دیکھا کہ وہ راتوں کو اللہ کے سامنے عبادت گذاری اور گریہ وزاری کرتے ہیں" لوگوں کو خاموش کر دیا۔ اور اشارہ اس بات کی طرف کیا کہ کسی شخص کے اچھے عمل کو اچھا اور بُرے کو بُرا کہہ دینا تو دینی حق ہے۔ لیکن کسی شخص کو بُرا یا بھلا اس کے مجموعۂ اعمال کی بنا پر کہا جا سکتا ہے۔ جس کا عموماً لوگوں کو علم نہیں ہوتا اس لئے کسی شخص کی ذات کو بُرا کہنے میں بہت احتیاط چاہیئے۔

حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے خاص بے تکلف مرید امیر شاہ خان نے ایک مرتبہ فضل رسول صاحب جو اس زمانہ کے اہلِ بدعت میں سے تھے، ان کا نام بگاڑ کر فضل رسول کے بجائے فصلِ رسول حرف صاد کے ساتھ کہا۔ حضرت نے ناراض ہو کر سختی سے منع فرمایا کہ وہ جیسے بھی کچھ ہوں، تم تو آیتِ قرآن وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ کے خلاف کر کے گنہگار ہو ہی گئے۔

ایک مشہور و معروف اہلِ بدعت عالم جو اکابر دیوبند کی تکفیر کرتے تھے اور ان کے خلاف بہت سے رسائل میں نہایت سخت الفاظ استعمال کرتے تھے، ان کا ذکر آگیا تو فرمایا "میں سچ عرض کرتا ہوں کہ مجھے ان کے متعلق معذّب ہونے کا گمان نہیں کیونکہ ان کی نیت ان سب چیزوں سے ممکن ہے کہ تعظیم رسول ہی کی ہو۔"

(۲) "مجالس حکیم الامت صفحہ ۱۸۳ پر حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:۔
حضرت اقدس حکیم الامت تھانوی قدس سرہ العزیز کے فرمان کے طور پر نقل فرماتے ہیں:۔
"فرمایا ہمارے سب بزرگوں کی امتیازی شان تواضع و فروتنی تھی، علم و عمل میں بڑے بڑوں سے ممتاز ہونے کے باوجود اپنے آپ کو سب سے کمتر سمجھتے تھے۔ اور فرمایا کہ الحمدللہ میں کسی کو بھی اپنے دل سے چھوٹا نہیں سمجھتا۔ کیونکہ میں ہر فاسق میں حالاً اور ہر کافر میں

مالاً یہ احتمال سمجھتا ہوں کہ شاید وہ عند اللہ اس زمانہ کے مشائخ و اولیاء سے افضل و بہتر ہو۔

(۳) مجالسِ حکیم الامت صفحہ ۳۷ پر حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:۔
سید الطائفہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے جب ردِّ بدعات پر کچھ رسالے لکھے تو اہل بدعت کی طرف سے سبّ و شتم کی بوچھاڑ ہوئی۔ بعض مشہور اہل بدعت کی طرف سے بہت سے رسالے ان کے خلاف سب و شتم سے بھرے ہوئے یکے بعد دیگرے شائع ہوتے تھے۔ حضرت گنگوہی رح کی بینائی اس وقت نہیں رہی تھی۔ مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی (والد ماجد شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ) حضرت کے خادم خاص اور معتمد تھے۔ آنے والی ڈاک کو پڑھ کر سناتے اور پھر جواب لکھنے کی خدمت ان کے سپرد تھی۔ ان میں وہ رسالے بھی ہوتے تھے جو ان حضرات کی طرف سے آتے تھے۔ کچھ دن ایسے گذرے کہ مولانا محمد یحییٰ صاحب نے ایسا کوئی رسالہ نہیں سنایا۔ تو حضرت گنگوہی رح نے پوچھا کہ مولوی یحییٰ! کیا ہمارے دوست نے ہمیں یاد کرنا چھوڑ دیا ہے۔؟ بہت دنوں سے ان کا رسالہ نہیں آیا۔ مولانا محمد یحییٰ صاحب نے عرض کیا کہ رسالے تو کئی آتے ہیں مگر وہ مجھ سے پڑھے نہیں جاتے۔ حضرت نے فرمایا کیوں؟ عرض کیا ان میں تو گالیاں بھری ہیں۔ آپ نے اول تو فرمایا۔ ارے میاں کہیں دُور کی گالی بھی لگا کرتی ہے؟ پھر فرمایا کہ وہ ضرور سناؤ۔ ہم تو اس نیت سے سنتے ہیں کہ کوئی بات قابلِ قبول ہو تو قبول کرلیں، ہماری کسی غلطی پر صحیح تنبیہہ کی گئی ہو تو اپنی اصلاح کریں (انتہیٰ)

یہ ہیں وہ حق پرست، خدا ترس علماء جن کا کسی سے اختلاف بھی ہوتا ہے تو خالص حق تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے اور جو مخالفین کی سب و شتم کے وقت بھی جذبۂ انتقام اور اپنے نفس سے مدافعت اور تاویلات ڈھونڈنے کے بجائے اپنی اصلاح اور حق طلبی کی راہ نکال لیتے ہیں۔

(۴) مجالس حکیم الامت صفحہ ۳۱۳ پر حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:۔
"ٹھسکہ میں ایک بزرگ تھے، بہادر علی شاہ صاحب۔ سماع کے عادی تھے مگر ذاکر شاغل عبادت گذار آدمی تھے۔ ہمارے بزرگوں کے معتقد بھی تھے۔ ایک دفعہ پیرانِ کلیر شریف کے سجادہ نشین نے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہٗ سے بیعت ہونے کی درخواست کی تو حضرت گنگوہی رحمہ نے ان کو مشورہ دیا۔ بہادر علی شاہ صاحب

ٹھسکہ والوں سے بیعت کرلیں۔ باوجود اختلافِ مسلک کے بہادر علی صاحب کی طرف رجوع کرنے کا مشورہ دیا۔ اور خود بظاہر اس لئے نہ کیا کہ سجّادہ نشین کو بہت سی رسوم کی شرکت ضروری ہوتی ہے۔ جو حضرت کے مذاق کے خلاف تھیں۔" (۱)

⑤ مجالس حکیم الامت ص۲۱۷ پر حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ "حرف ضاد کی ادائیگی کا مسئلہ" کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں:۔

پھر فرمایا کہ یہ محض غلط ہے کہ ہمارے بزرگوں کا طرز دال مفخم پڑھنے کا تھا۔ کیونکہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے میں نے سینکڑوں نمازیں پڑھی ہیں۔ نہایت صحیح ضادؔ پڑھتے تھے۔ قاری عبدالرحمٰن صاحب سے باقاعدہ مشق کی تھی۔ اور حضرت گنگوہی رح کے "ضاد" کے متعلق قاری عنایت اللہ صاحب گنگوہی سے دریافت کیا۔ فرمایا کہ بالکل صحیح پڑھتے ہیں۔ اور فرمایا کہ میں نے حضرت سے دو مرتبہ پورے قرآن کا دَور کیا ہے۔ آپ کے حروف کو بالکل قواعد کے مطابق صحیح پایا ہے حضرت

---

(۱) حضرت امام ربانی رح کے تفقہ فی الدین اور رعایت حدود شریعت و اکرام مسلم و خلق محمدی علی صاحبہ الصلاۃ والسلام کا اہتمام باوجود اختلاف کے اس واقعہ سے بھی عیاں ہوتا ہے جو حضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھی رحمہ اللہ نے تذکرۃ الرشید ص۱۸۲ جلد دوم میں ذکر فرمایا ہے۔ وہاں سے ہم بعینہٖ نقل کرتے ہیں۔ "چونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ "جب کسی قوم کا سردار تمہارے پاس آئے تو تم اس کا اکرام کیا کرو"۔ اس لئے حضرت امام ربانی کی خدمت میں اگر مخالفین کی جماعت میں سے کوئی بڑا شخص آتا تو آپ اس کے اکرام میں مطلق پہلوتہی نہ فرماتے تھے۔ مگر باوجود اس کے امر متنازع فیہ میں مداہنت ممکن نہ تھی کہ ذرا برابر بھی ظاہر ہو۔ اور بات بھی یہی ہے کہ کسی کا اکرام جب امتثال امر پیغمبر میں کیا جاتا ہے تو اکرام پیغمبر سے چشم پوشی کیونکر صحیح ہو سکتی ہے۔ ایک بار مولوی عبدالسمیع صاحب کسی تقریب میں گنگوہ گئے اور حضرت کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے تو آپ نہایت خُلق کے ساتھ ملے اور فرمایا کہ آج کسی وقت کا کھانا میرے یہاں کھائیے۔ حالانکہ یہ زمانہ وہ تھا کہ مولوی صاحب "انوار ساطعہ" لکھ چکے تھے اور ادھر سے بتصدیق امام ربانی اس کا جواب "براہین قاطعہ" شائع ہو گیا تھا۔ فتنہ کے دبانے اور بدعات کے رد میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس امر کا مسلمانوں کو مامور بنایا ہے وہ آپ پورا فرما چکے تھے۔ پس اب درجہ تھا اکرام ضیف اور اکرام امیر قوم کا سو اس کو آپ نے اس طرح پورا فرمایا۔ چنانچہ مولوی عبدالسمیع صاحب نے دعوت قبول کی اور حضرت کا مہمان بن کر کھانا کھایا۔ حضرت امام ربانی نے ایک مکتوب میں اس دعوت کا تذکرہ فرمایا ہے۔ اسی میں یہ بھی لکھا ہے کہ میرا خیال تھا کہ بدعات کا زبانی تذکرہ ہوگا اور خوب خوب جواب دوں گا۔ مگر مہمان نے اشارۃً بھی کوئی لفظ نہیں کہا۔ سو میزبان کو کیا لازم تھا کہ یہ ذکر نکال کر مناظرہ کی کوفت میں ڈالے۔ اب دیکھئے وہاں جاکر براہین کے جواب کی فکر کرتے ہیں یا نہیں۔ اگر کچھ لکھا تو پھر وہی جواب ہے۔

مولوی صاحب کی ضیافت کے عملی طرز اور تحریر مذکور کے لفظ لفظ سے امام ربانی کے اس کمالِ معنوی کا پتہ چل رہا ہے جو اتباعِ شریعت کو ملحوظ رکھ کر مخالف کے ساتھ خلق و اکرام کے برتاؤ سے اس مسلمان کو حاصل ہوتا ہے جو معتدل القوام جادۂ مستقیم کا راہ رو ہے۔ حفظِ مراتب ہی وہ اصل کمال ہے جس کی نگہداشت سے بہتیری مخلوق عاجز ہوگئی! اور بہتیرے صاحب کمالات لغزش کھا گئے ہیں۔ اھ

نے فرمایا کہ قاری عنایت اللہ صاحب گنگوہی کچھ بدعات میں مبتلا تھے اور حضرت کو بدعات سے سخت نفرت . مگر اس زمانہ میں بے تہذیبی نہ تھی، اختلاف حدود پر رہتا تھا۔ یہاں تک کہ آپس میں دَورِ قرآن بھی ہوتے تھے۔

(۶) "ارواحِ ثلاثہ" حکایت ۲۷۶ میں ہے۔

" فرمایا سیوہارہ میں ایک جماعت نے جن میں مسئلہ مولد میں نزاع ہو رہا تھا مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ (نانوتوی) سے کہ اس وقت وہاں تشریف رکھتے تھے مولد کے بارے میں دریافت کیا تو فرمایا کہ بھائی نہ تو اتنا بُرا ہے جتنا لوگ سمجھتے ہیں۔ اور نہ اتنا اچھا ہے جتنا لوگ سمجھتے ہیں۔ یہ حکایت مولوی یحیٰی صاحب سیوہاروی رح سے سُنی ہے۔

(۷) "ارواحِ ثلاثہ" حکایت ۴۲۷ میں ہے۔

فرمایا کہ مولوی صادق الیقین صاحب کے والد اچھے بزرگ تھے اور ہر روز ایک قرآن شریف ختم کرتے تھے۔ اور جو تاریخ کسی بزرگ کی وفات کی ہوتی اس روز دو قرآن شریف ختم فرماتے۔ ایک ان بزرگ کی رُوح کو ایصالِ ثواب کے لئے اور ایک اپنے معمول کا۔ مگر مولود کے بڑے معتقد تھے۔ اور اس میں مولوی صاحب سے کش مکش رہتی۔ میں نے اس باب میں ان کو ایک مکتوب "محبوب القلوب" لکھا۔ جس سے آپس میں اتفاق ہو گیا تھا۔ وہ مکتوب چھپ بھی گیا ہے مگر مجھے یقین نہ تھا کہ اس مکتوب کو مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ پسند فرمائیں گے۔ کیونکہ اس میں کسی قدر توزّع ہے۔ ایک مرتبہ جب میں گنگوہ حاضر ہوا تو قصائیوں کے یہاں مولانا کی دعوت تھی، میں بھی شریک تھا۔ ایک شخص نے وہاں مولانا سے دریافت کیا کہ مولوی صادق الیقین اور ان کے والد کے معاملات کی کیا حالت ہے، تو مولانا رحمۃ نے فرمایا "کہ اب ان میں اتفاق ہے۔ اور یہ سب ان (حضرت مرشدی مدظلہ) کی برکت ہے"۔

ہمارے حضرت نے فرمایا کہ مولود کی ممانعت یہ مولانا کی شانِ انتظامی تھی۔ اور تعلیمی شان یہ ہے کہ جائز ہے بشرطِ عدم منکرات۔ اور ناجائز ہے بشرطِ منکرات چونکہ لوگ حدود کے اندر نہیں رہتے اس لئے منتظمین مطلقاً منع کرتے ہیں"۔

(۸) خطبات حکیم الاسلام ج۷ میں حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند

قدس سرہٗ ص۲۴۷ پر تحریر فرماتے ہیں۔
"ایک دن حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں غالباً خواجہ عزیز الحسن مجذوب صاحب نے یا کسی نے یہ لفظ کہا کہ "احمد رضا یوں کہتا ہے" بس حضرت بگڑ گئے فرمایا" عالم تو ہیں۔ ہمیں توہین کرنے کا کیا حق ہے۔ کیوں نہیں تم نے مولانا کا لفظ کہا۔ غرض بہت ڈانٹا ڈپٹا۔ بہر حال ہم تو اس طریق پر ہیں کہ قطعاً ان کی بے حرمتی جائز نہیں سمجھتے، کافر فاسق کہنا تو بڑی چیز ہے۔ یہ ضرور ہے کہ جو خلاف سنت امور ہیں انہیں ظاہر کرتے ہیں کہ یہ بدعات ہیں خلاف سنت۔ انہیں ترک کرو۔ لیکن کرنے والوں کی توہین کریں یہ نہیں ہے۔"

(۹) خطبات حکیم الاسلام ج سوم ص۲۶۷ پر حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی مہتمم دارالعلوم دیوبند قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔
میں نے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ کا واقعہ سُنا کہ دہلی کا قیام تھا۔ حضرت کے خدام میں سے چند مخصوص تلامذہ ساتھ تھے۔ حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن رح، دوسرے شاگرد مولانا احمد حسن امروہوی، حاجی امیر شاہ خان صاحب مرحوم یہ بھی وہاں موجود تھے۔ مولانا احمد حسن صاحب رح نے اپنے ہمجولیوں میں بیٹھ کر فرمایا کہ بھئی لال کنوئیں کی مسجد کے جو امام ہیں ان کی قرأت بہت اچھی ہے۔ کل صبح کی نماز ان کے پیچھے پڑھ لیں تو شیخ الہند رح نے غصے میں آکر فرمایا کہ تمہیں شرم نہیں آتی بے غیرت وہ ہمارے حضرت کی تکفیر کرتا ہے، ہم اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ اور بڑا سخت لہجہ اختیار کیا۔ یہ جملے حضرت نانوتوی رح کے کان میں پہنچے۔ اگلے دن حضرت نانوتوی رح ان سب شاگردوں کو لے کر اسی مسجد میں صبح کی نماز پڑھنے کی خاطر پہنچے۔ اسی امام کے پیچھے جا کر نماز پڑھی۔ سلام پھیرا۔ چونکہ یہ اجنبی تھے، نمازیوں نے دیکھا کہ ہیں تو علماء صورت، تو پوچھا کون ہیں؟ معلوم ہوا یہ مولانا محمد قاسم ہیں اور وہ ان کے شاگرد شیخ الہند مولانا محمود الحسن رح اور مولانا احمد حسن امروہوی ان کے تلمیذ ہیں۔ امام کو سخت حیرت ہوئی کہ میں رات دن انہیں کافر کہتا ہوں اور یہ نماز کے لئے میرے پیچھے آگئے۔ امام نے خود بڑھ کر مصافحہ کیا اور کہا کہ حضرت میں آپ کی تکفیر کرتا تھا۔ میں آج شرمندہ ہوں۔ آپ نے میرے پیچھے نماز پڑھی۔ حالانکہ میں آپ کو کافر کہتا رہا۔ حضرت نے فرمایا کوئی بات نہیں میرے دل میں آپ کے جذبہ کی قدر ہے اور زیادہ عزت دل میں بڑھ گئی ہے، کیوں؟ اس واسطے کہ آپ کو جو روایت پہنچی کہ میں توہینِ رسول کرتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کی توہین۔ تو آپ کی غیرتِ ایمانی کا یہی تقاضا تھا۔ ہاں البتہ شکایت اس کی ہے کہ اس روایت کی تحقیق کرنی چاہئے تھی۔ مگر بہرحال تکفیر کی بنیاد توہینِ رسول ہے۔ اور توہین رسول جو مسلمان کرے گا، تکفیر واجب ہوگی، دائرۂ اسلام سے خارج ہوگا۔ تو فرمایا کہ میرے دل میں آپ کی غیرتِ ایمانی کی قدر ہے۔ ہاں شکایت اس لئے ہے کہ ایک بار تحقیق کر لیتے کہ خبر صحیح ہے یا غلط تو میں یہ عرض کرنے آیا ہوں کہ یہ خبر غلط ہے۔ اور میں خود اس شخص کو دائرۂ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں جو ادنیٰ درجہ میں بھی نبی کی توہین کرے اور اگر آپ کو یقین نہ آئے تو آپ کے ہاتھ پر ابھی اسلام قبول کرتا ہوں۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ اب امام بچارا قدموں پر گرا پڑا سچا جاتا ہے۔

تو بات صرف یہ تھی کہ ان حضرات کے دلوں میں تواضع لِلّٰہ اور ادب مع اللہ اس درجہ رچا ہوا تھا کہ نفسانیت کا شائبہ نہ رہا تھا، استہزاء اور تمسخر تو کجا، اپنے معاندوں کی بھی بے قدری نہیں کرتے تھے۔ بلکہ حتی الامکان ان کی باتوں کو بھی صحیح محمل پر محمول کرتے ہوئے ان کے بارے میں بھی حسنِ ظن سے کام لیتے اور کہتے کہ جس بنا پر وہ کفر کا فتویٰ لگاتے ہیں اگر ہم بھی وہ مفہوم سمجھتے تو ہم بھی بلا تامل یہی حکم لگاتے۔ ان کو البتہ یہ تحقیق کرنی چاہئیے کہ کیا فی الواقعہ ہم توہینِ رسول کے کسی درجہ میں بھی مرتکب ہیں۔ معاذ اللہ ہم کیا دشمنان رسول ہیں یا محبانِ رسول؟ اس کی تحقیق ان کو واجب تھی۔ بلا تحقیق حکم نہیں لگانا چاہئیے

(۱۰) حضرت مولانا محمد انوری لائلپوری خلیفۂ مجاز حضرت رائے پوری رح اپنے جمع کردہ حضرت رائے پوری کے ملفوظات میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"ایک دفعہ حضرت اقدس رح کی تشریف آوری لائلپور ہوئی تو بیٹھتے ہی فرمایا کہ آپ کے مولوی سردار احمد بھی بریلی کو جاتے وقت اسی ڈبہ میں سفر کر رہے تھے جس میں ہم تھے ہمارے ساتھ تو کوئی بات انہوں نے الجھنے کی نہیں کی، اچھے ہی رہے۔ حالانکہ ہم یہاں کئی بار آئے ہیں خوب جانتے بھی تھے۔ احقر نے عرض کیا میرے تو محلہ میں رہتے ہیں ہمارے ساتھ بھی کبھی نہیں الجھے۔ میں جو بیان کرتا ہوں کبھی مسئلہ سے باہر نہیں نکلا۔ نہ کبھی کسی کا نام لے کر برا بھلا کہتا ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ میرے مدرسہ میں سینکڑوں لڑکے لڑکیاں ان لوگوں کی پڑھتی ہیں۔ لوگوں نے میرے متعلق کہا بھی ہے کہ وہ دیوبندی ہے اور سخت قسم کا دیوبندی ہے لیکن کسی کو برا نہیں کہتا، مسائل بیان کرتا ہے۔ فرمایا ہرگز نہ الجھنا

جو لوگ خواہ مخواہ الجھے رہتے ہیں، اپنا ہی نقصان کرتے ہیں۔ اگر تو مقصد تعمیر ہے تو یہی
طریق اسلم ہے اور اگر مقصد تخریب ہے، تو خیر جس کی مرضی ہے کرے آپ اس میں نہ شامل
ہونا۔ اسی میں بھلا ہے۔ تمام انبیاء علیہم السلام کی تبلیغ کا طریق یہی ہے۔ مولانا ابراہیم
صاحب نے فرمایا۔ یہ تو کسی کو کچھ کہتا بھی نہیں۔ فرمایا بہت اچھا کرتا ہے۔ لوگ ماننے والے
تو ہیں نہیں۔ پھر تماشا دکھانے سے کیا فائدہ۔ احقر نے عرض کیا کہ حضرت شاہ صاحب دیوبند
سے رخصت کرتے وقت وصایا فرمایا کرتے تھے کہ کسی سے الجھیو مت، مسائل متفق علیہا
بیان کرو اور اصولی باتیں عمدہ پیرائے میں بیان کرنا۔ ان شاء اللہ خلق اللہ مانوس ہوگی پھر
جب لوگوں کو مانوس کر لوگے پھر جو کہو گے مان لیں گے۔ ہاں مرزائیت کے متعلق خوب
تاکید فرماتے تھے کہ دین کو نقصان جتنا اس فتنہ سے پہنچا ہے کسی سے نہیں پہنچا۔

یہ چند واقعات بطور نمونہ نقل کئے گئے ہیں، جس سے اندازہ ہوگا کہ حضرات اکابر رحمہم اللہ کا
اپنے مخالفین کے ساتھ معاملہ کیسا ہوتا تھا اور اس سے ان کے مسلک و مشرب کی نشاندہی بھی ہوتی
ہے۔ اس کے علاوہ "المہند علی المفند" کے اقتباسات مبارکہ جو شیخ المشائخ محدث کبیر
حضرت اقدس سہارنپوری قدس سرہ العزیز کے تحریر فرمودہ اور اس زمانہ کے تمام علماء و اکابر کے
تصدیق شدہ اور اس کے بعد کے تمام اکابر علماء دیوبند کے تصدیق شدہ ہیں۔ نیز مرتب رسالہ
ہذا حضرت مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی اور حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب مدنی مدظلہما نے جو
حالات و واقعات درج فرمائے ہیں اس سے منقح ہو جاتا ہے کہ حضرات اکابر کا مسلک و
مشرب کیا تھا۔ ان امور میں خصوصاً جن میں یہ نام نہاد ان اکابر کی طرف منتسب مماتی غالی تشدد
کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو ان غلط عقائد و نظریات سے بچائے۔ اور اکابر رحمہم اللہ
کے مسلک و مشرب پر قائم فرمائے۔ اور اہل السنۃ والجماعۃ کے دونوں عظیم فریق (دیوبندی،
بریلوی) میں اتحاد و یگانگت پیدا کر کے آپس میں اپنی اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے
مبارک دین کی نسبت سے الفتیں اور محبتیں پیدا کر کے دین حنیف کی سربلندی اور اسلام اور مسلمانوں
کی عزت و رفعت و عظمت رفتہ کو لوٹانے کی توفیق عطا فرمائے۔ سب کے قلوب کو حق پر مجتمع
فرمائے۔ اپنی مرضیات پر ہر دم عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ ہر عمل میں اخلاص و للہیت نصیب
فرمائے۔ اپنی و اپنے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے دلوں کو منور فرمائے اور حضور اقدس
صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع کی ظاہراً و باطناً توفیق نصیب فرما کر اپنے یہاں قرب و قبولیت
خاصہ سے سرفراز فرمائے۔ (آمین)

عبد الحفیظ المکی ۱۸ جمادی الآخرہ ۱۴۱۵ھ

یا فتّاحُ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَکُنْ لَّہٗ شَرِیْکٌ فِی الْمُلْکِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ الْفَاتِحِ لِمَا اُغْلِقَ وَالْخَاتِمِ لِمَا سَبَقَ وَالنَّاصِرِ الْحَقِّ بِالْحَقِّ وَالْھَادِیْ اِلَی الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِیْمِ وَ الدَّامِغِ لِجَیْشَاتِ الْاَبَاطِیْلِ وَعَلٰٓی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ وَاَتْبَاعِہٖ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ۔

باتیں کھولنے کی مجبوری

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا وَھَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَھَّابُ۔

اَمَّا بَعْدُ۔

دورِ حاضر کا دورِ شرور و فتن ہونا اس قدر ظاہر ہے کہ ہر خاص و عام فتنوں کا ذکر کرتا ہے اور ایک دوسرے پر حیران ہے۔ فتنہ، حق و باطل کی آمیزش کو کہتے ہیں۔ خالص باطل فتنہ نہیں ہوتا۔ فتنہ میں سامری کے بچھڑے کی طرح کچھ حق ضرور ہوتا ہے! ور فِتنوں کے علمبردار اسی حق کے اندر باطل کو ملا کر عوام کو جان بوجھ کر فریب دیتے ہیں۔ لہٰذا ہماری اس تحریر کے مخاطب فِتنوں کے علمبردار نہیں ہیں بلکہ بے چارے فریب خوردہ عوام ہیں جو فی الحقیقت بعض فروعی مسائل میں ناواقفیت سے علمائِ حق، بزرگانِ دین کی توہین کر کے اپنا دین خراب کرتے ہیں۔ اور یہی بات باہمی دشمنی کا باعث بھی بنتی ہے حالانکہ اول تو اصل مختلف فیہ مسائل میں کوئی اہم اختلاف ہی نہیں یا معمولی لفظی ہے۔ یا بعض امور سدًّا للذریعہ بالکلیہ منع کر دیا گیا حالانکہ وہ اصلاً مباح تھے۔ باقی سب دشمنوں کی شرارت یا غلو و عناد کا نتیجہ ہے۔

جانتے ہوئے کج روی اختیار کرنا ہمیشہ سے چلا آرہا ہے۔ سب سے پہلے ابلیس علیہ اللعنۃ نے سب کچھ جانتے ہوئے تکبر کی وجہ سے حق سے انکار کیا۔ اسی طرح اس کے متبعین شروع ہی سے چلے آرہے ہیں۔ چنانچہ ابو حارث بن علقمہ کا قصہ ہے کہ جس وقت

وفد نجران سے بقصدِ مدینہ منورہ روانہ ہوا تو ابو حارثہ جوان کا بڑا پادری تھا وہ خچر پر سوار تھا۔ خچر نے ٹھوکر کھائی تو اس کے بھائی کرز بن علقمہ کی زبان سے نکلا تَعِسَ الْاَبْعَدُ (اَبْعَدُ سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھے، العیاذ باللہ) ابو حارثہ نے کہا۔ "تَعِسَتْ اُمُّكَ" کرز نے حیران ہو کر اس کلمہ کا سبب پوچھا۔ ابو حارثہ نے کہا۔ واللہ ہم خوب جانتے ہیں کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہی نبیٔ منتظر ہیں جن کی بشارت ہماری کتابوں میں دی گئی تھی۔ کرز نے کہا پھر مانتے کیوں نہیں؟ بولا۔

لِاَنَّ هٰٓؤُلَآءِ الْمُلُوْكَ اَعْطُوْنَا اَمْوَالًا كَثِيْرَةً وَّ اَكْرَمُوْنَا فَلَوْ اٰمَنَّا بِمُحَمَّدٍ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) لَاَخَذُوْا مِنَّا كُلَّ هٰذِهِ الْاَشْيَآءِ۔

(اگر ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے تو یہ بادشاہ جو بے شمار دولت ہم کو دے رہے ہیں اور اعزاز و اکرام کر رہے ہیں، سب واپس لے لیں گے۔)

یہی حال ابو جہل وغیرہ کا تھا کہ سب کچھ جانتے ہوئے اس نے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دوزخ کو ترجیح دی۔ اللہ تعالیٰ اس اُمّ الامراض سے بچائے کہ اس کا اعلیٰ درجہ تو کفر ہے۔ اور اس کا ایک ذرہ بھی بغیر سزا کے دُخولِ جنت سے مانع ہے۔ آجکل حُبِّ جاہ حُبِّ مال اور خود پسندی و خود رائی کا خاص طور سے دَور ہے اور یہی فتنوں کا باعث ہے جس کی خبر الصَّادِقُ الْمَصْدُوْقُ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے کہ ایسا وقت آئے گا جب کہ "اعجاب کل ذی رأی برأیہ" ہوگا۔ (مشکوٰۃ المصابیح۔ باب الغضب والکبر) یعنی ہر شخص خود پسندی اور اپنی رائے کو افضل سمجھنے میں مبتلا ہوگا۔

فریب خوردہ عوام کے لئے علاج بھی ارشاد کیا گیا۔ علامہ منذری رحمۃ اللہ علیہ نے "ترغیب و ترہیب" میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی ہے کہ "اَلْبَرَكَةُ مَعَ اَكَابِرِكُمْ" یعنی برکت تمہارے اکابر کے ساتھ ہے۔

یہاں ہم حضراتِ اولیاءِ کرام علماءِ دیوبند کا مسلک و مشرب چند ایسے مختلف فیہ امور کی بابت ذکر کریں گے جس میں افراط و تفریط کر کے بعض نے ان حضرات کو بدنام کیا تھا جس میں اسلام کے دشمن انگریز کا ہاتھ تھا۔

اور اب بعض ان اکابر کا نام لے کر اپنی خواہشاتِ نفسانی اور گمراہ فرقوں کے عقائد کو فروغ دے رہے ہیں۔ کوئی بعید نہیں کہ اس میں بھی اسلام کے دشمن یہود کا ہاتھ ہو۔ عوام کے لئے موٹی بات ہے کہ اکابر کے مسلک کے خلاف اب کسی بھی اِن اکابر سے منسوب منکرِ اسلام یا

علم کے دعویدار کی بات پر جب ہی غور کیا جاسکتا ہے جب کہ وہ متفقہ عالی مقام اکابر امت راسخین فی العلم والفضل کے پاسنگ بھی ہو۔

دشمن کی سازش روزِ روشن میں گھُپ اندھیرا۔

انگریز کے خلاف جہادِ آزادی کے بعد اہل السنت والجماعت میں دو گروہ بن گئے جو حقیقت میں اصول و فروع کے اعتبار سے ایک ہی تھے اگرچہ آپس میں مزاج اور مشرب میں معمولی اختلاف تھا جسکو احتیاط سختی اور نرمی و چشم پوشی کہا جاسکتا تھا جو کہ حفاظتِ دین کے لئے ضروری اور باعثِ رحمت تھا۔ لیکن دشمنوں کی سازشوں سے یہ اختلاف جو کہ رحمت تھا، دھیرے دھیرے اعتقادی اختلاف اور سخت دشمنی میں تبدیل ہوگیا۔ جو کہ امت میں افتراق اور دشمن کی حکومت کی مضبوطی کا باعث بنا۔ انگریز کا مشہور اصول ہے آپس میں لڑاؤ اور حکومت کرو۔

ہندوستان میں صدیوں سے مسلمانوں کی حکومت چلی آرہی تھی۔ انگریز نے اگرچہ بہت طریقوں حیلوں سے اُن سے یہ حکومت بہت وقت لگا کر چھینی اور وہ یہ سمجھتا تھا کہ اسے اصل خطرہ مسلمانوں ہی سے ہے۔ ادھر انگریز کے خلاف جہاد سے پہلے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رح اور پھر ان کے صاحبزادگان ہندوستان میں علومِ ظاہرہ اور علومِ باطنہ کے متفق علیہ اور مسلمہ سرچشمہ تھے۔ انگریز کو ان علماءِ دین ہی سے اپنی حکومت کا خطرہ تھا کہ یہی مسلمانوں میں دینی حمیت، جذبۂ جہاد اور کفر دشمنی پیدا کرتے ہیں جس کے لئے اس نے ہر طرح کی کوشش کی۔ حتیٰ کہ نبوّت کا جھوٹا مدعی مرزا قادیانی بھی پیدا کرا دیا اور اس سے اپنی وفاداری اور جہاد کے خلاف فتوے صادر کرائے۔ انگریز نے اس کے ماننے والوں کو بڑی بڑی ملازمتیں اور کئی قسم کے لالچ دئے۔ جس سے بہت سے مسلمان مرتد ہوگئے۔ ابھی تک یہ خالص کفر دوسرے ملکوں میں اور ہمارے ملک میں پھیل رہا ہے۔

حضرات علماءِ کرام کو انگریز کے تسلط سے دینی خطرہ تھا۔ انگریز نے علماء اور ان کے مدارس کو ختم کیا۔ جس کی تفصیل کتاب "علماءِ ہند کا شاندار ماضی" اور "نقشِ حیات" وغیرہ کتب میں ہے۔ آخر حضرت حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی امارت میں ۱۸۵۷ء میں انگریزوں سے مسلح جہاد ہوا (جس کو انگریزوں نے غدر کا نام دیا[۵]) جس میں مختلف وجوہات کی بناء پر انگریز

[۵] اور افسوس ہے کہ آج تک عوام اور بعض پڑھے لکھے مسلمانوں کی زبان و قلم سے بھی یہی غدر کا لفظ اس مبارک جہاد کے لئے نکلتا ہے۔

غالب آیا۔ ملک پر پوری طرح قبضہ کرنے کے بعد انگریز نے بعض بااثر علماء اور غیر علماء میں خصوصی لوگوں کو خطابات اور مختلف قسم کے اعزاز دے کر اپنا وفادار بنالیا۔ لیکن کچھ علماءِ ربانی اس کی چال میں نہیں آئے انہوں نے جنگ کی بجائے نفسِ دین و علوم دینیہ کی حفاظت اور نئے سرے سے منتظم ہونے کے لئے کچھ مدارس (خصوصاً دارالعلوم دیوبند) اور خانقاہیں قائم کیں اور ان مراکز سے انگریز کے خلاف کاروائیاں اور تحریکات جاری رکھیں۔ اور رجالِ کار تیار کرنے کا کام کیا۔ تھوڑے ہی عرصے میں مدرسہ دیوبند کی شاخیں قائم ہوگئیں۔

حضرت حاجی امداد اللہ قدس سرہٗ اور فیصلہ ہفت مسئلہ و عقائدِ علماءِ دیوبند مطبوعہ

خانقاہوں میں سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ قدس سرہٗ کے سلسلہ چشتیہ امدادیہ کو اللہ تعالیٰ نے خصوصی طور سے عروج بخشا۔ اہل السنت والجماعت کے دو بڑے گروہ جو مختلف طبقۂ فکر کے لحاظ سے دیوبندی اور بریلوی کے نام سے مشہور ہوگئے تھے، دونوں ہی کے بڑے بڑے علماء حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے۔ مثلاً مدرسہ دیوبند کے سرپرست حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحؒ اور اس مدرسہ کے بانی حضرت مولانا قاسم نانوتوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے شاگرد حضرت مولانا محمود الحسن صاحب رحؒ پھر ان کے شاگرد حضرت تھانوی رحؒ، حضرت مدنی رحؒ، وغیرہم کل اکابر دیوبند یا تو حضرت حاجی صاحب رحؒ سے بیعت و مجاز ہوئے یا جن کا تعلق دیگر مشائخ وقت سے تھا وہ بھی حضرت حاجی صاحب رحؒ کے خصوصی عقیدتمند ہوئے۔ اسی طرح دوسرے مکتب فکر کے حضرات مثلاً حضرت مولانا عبدالسمیع صاحب رحؒ، حضرت مولانا احمد حسن صاحب رحؒ وغیرہم بھی حضرت حاجی صاحب رحؒ سے بیعت تھے۔ نیز فریقین کے بہت سے مشائخ جو کہ طریقت میں دوسروں کے مجاز تھے اور ان کا علمی سلسلہ مدرسہ دیوبند سے نہ تھا، وہ سب بھی طریقت میں ان کو بڑا اور پیشوا مانتے تھے۔ اور حاجی صاحب رحؒ نے بعض مشائخ کو اپنا مجاز بھی بنایا۔ مثلاً حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب رحؒ گولڑوی۔ الحاصل حضرت حاجی صاحب رحؒ دیوبندی اور بریلوی دونوں حضرات کے مسلمہ مرشد اور بزرگ ہیں۔

مقامِ غور

اب فریقین ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں کہ جب حاجی صاحب رحؒ کے معمولات میں میلاد شریف فاتحہ خوانی وغیرہ تھے۔ اور بعض دیگر اعتقادی مختلف فیہ مسائل کو حضرت حاجی صاحب رحؒ

شرک و بدعت نہیں فرماتے تھے جس کی تفصیل ان کے رسالہ "فیصلہ ہفت مسئلہ" میں موجود ہے
غور فرمائیں کہ اگر کوئی شخص حاجی صاحبؒ کے مذکورہ بالا معمولات و رائے کو اصلاً بدعت یا شرک
مانتا ہو تو وہ حضرت حاجی صاحبؒ کو اپنا پیر و مرشد کیسے مان سکتا ہے۔ جب کہ یہ تعلق محض
رسمی پیری مریدی کا نہیں تھا۔ بلکہ ان حضرات کا حاجی صاحبؒ سے اور حاجی صاحبؒ کا
اکابرِ دیوبند سے تعلق عقیدت و محبت اور عشق کے درجہ میں تھا جو کہ حاجی صاحبؒ کے مطبوعہ
مکاتیب سے واضح ہے۔ اور یہ حضرات کسی بدعتی سے ادنیٰ تعلق بھی گوارا نہیں کرتے اور شرک
کا واہمہ تو بڑی دور کی چیز ہے۔ اور مداہنت کا تو ان حضرات کے بارے میں خیال بھی نہیں لاسکتے
لہٰذا ظاہر ہے کہ ان مختلف فیہ معمولات اور فروعی مسائل کے متعلق حاجی صاحبؒ کی رائے اور
عمل دیوبندی علماء کے نزدیک اصلاً ہرگز شرک یا بدعت و ضلالت نہیں ہو سکتی۔ گو ان حضرات
نے اس وقت ہندوستان کے مخصوص حالات کی بنا پر سداً للذریعہ ان امور سے چاہے وہ منکرات
کے بغیر ہی ہوں بالکلیہ سختی سے منع فرمایا۔

یہ وضاحت تو حضرت حاجی صاحبؒ سے تعلق کی بنا پر ہے۔ اور تعلق طریقت کی لائن کا ہے
اس تمہید کے بعد ہم ظاہر شریعت اور علمی لائن کی رُو سے بھی مذکورہ مسائل میں اکابر علماءِ دیوبند
کے متفقہ عقائد درج کریں گے۔ جو مشہور رسائل میں سوال جواب کے طور پر عربی میں چھپے ہوئے ہیں۔
یہ رسالہ حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری قدس سرہ کا ہے۔ اس پر عرب علماء اور اس
وقت کے تمام اکابر دیوبند کی تصدیق ہے۔

لیکن اس کے ساتھ یہ بھی واقعہ ہے کہ ان ہی امورِ خیر میں دشمنوں اور سازشیوں نے اعتقادی
اور عملی شرکیات اور منکرات کو شامل کر کے عوام میں رواج دیا۔ جس کی اصلاح اور ان کا انسداد
علماءِ حقہ پر ضروری تھا۔ اور کچھ حضرات صحیح اعتقاد کے ساتھ حاجی صاحبؒ کے طریقہ پر ان معمولات
کے عامل رہے اور ہیں۔ لیکن اکثریت ایسی نہیں رہی۔ ہر منصف مزاج پر واضح ہے کہ کیا مروجہ
مولود شریف اور اولیاءِ کرام کے مبارک عرس بالعموم میلوں اور دنیاوی جشنوں کی شکل میں تبدیل
نہیں ہو گئے؟ بلکہ منکراتِ شرعیہ سے یہ اجتماعات بالعموم بھرپور ہوتے ہیں۔ جس کی وجہ سے خود
ان میں شرکت کے قائلین بھی بعض دفعہ سخت احتجاج تحریراً و تقریراً کرتے ہیں۔ ان منکرات کو روکنے
کے لئے بعض اکابر کو تشدد بھی کرنا پڑا۔ اور جو امر ہیئتِ کذائیہ اور قیوداتِ مروجہ کے ساتھ شرعاً
واجب نہ تھا اور اس میں منکرات عملی اور اعتقادی شامل ہو گئیں تو اس امر سے سداً للباب
عارضی طور پر بالکل ہی پرہیز کرایا گیا اور ظاہر ہے کہ احتیاط کا تقاضہ یہی تھا جس کی بنا پر دوسرے مسلک

والوں کی طرف سے مناظرہ بازی اور بہتان طرازی سے معمولی مسائل نے لفظی بحثوں سے خطرناک صورت اختیار کر کے امت کو دو متحارب فرقوں میں بانٹ دیا۔ اس میں طرفین کے بعض اکابر سے منتسب علماء نے اخلاص و جوش یا محض اپنی انانیت وہٹ دھرمی کی بنا پر سازشیوں کی چالوں میں آکر ایک دوسرے پر بدزبانی اور سخت طعن و تشنیع کا رویہ اختیار کیا۔ جس سے فی الحقیقت دین کو نہیں بلکہ انگریز کی پالیسی کو ہی تقویت پہنچی۔

انگریز خبیث تو اب جا چکا۔ اب بریلوی حضرات کو بھی ٹھنڈے دل سے غور کرنا چاہیئے کہ ان کے مرشد یا معتمد بزرگ حضرت اقدس حاجی صاحب رح جو کہ مذکورہ بالا متنازع فیہ معمولات خود کرتے تھے وہ ان امور کے مانعین یعنی دیوبندی اکابر کے متعلق کیا فرماتے ہیں۔

حاجی صاحب رح کی وصیّت

حاجی صاحب رح بطورِ وصیت اپنی کتاب "فیصلہ ہفت مسئلہ" کے آخر میں لکھتے ہیں:۔

"عزیزی جناب مولوی رشید احمد صاحب کے وجودِ بابرکت کو ہندوستان میں غنیمتِ کبریٰ و نعمتِ عظمیٰ سمجھ کر ان سے فیوض و برکات حاصل کریں کہ مولوی صاحب موصوف جامع کمالاتِ ظاہری و باطنی کے ہیں۔ اور ان کی تحقیقات محض للّٰہیت کی راہ سے ہیں۔ ہرگز اس میں شائبہ نفسانیت نہیں۔ یہ وصیّت تو مولوی صاحب کے مخالفین کو ہے۔ اور جو موافقین اور معتقد ہیں، ان کو چاہیئے کہ مولوی صاحب کی مجلس میں ایسے قصوں کا تذکرہ نہ کیا کریں اور اپنے جھگڑوں میں ان کو شریک نہ کیا کریں۔ اور سب پر لازم ہے کہ مفت کی بحث و تکرار میں عمرِ عزیز کو تلف نہ کریں۔ یہ حجاب ہے محبوبِ حقیقی سے۔"

قدر مریدوں کی پیر ہی جانے جو ایسی نظر رکھے وہی جانے۔

اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رح کی حضرت حاجی صاحب رح سے عقیدت و محبت کا ان الفاظ سے پتہ چلتا ہے جو انہوں نے اپنی تالیف "امداد السلوک" کے مقدمہ میں حضرت حاجی صاحب رح کے نامِ نامی کے ساتھ بطورِ تبرک موسوم کرتے ہوئے تحریر فرمائے ہیں۔ وہ تحریر فرماتے ہیں:۔

"اور اس کا نام "امداد السلوک" رکھا گیا ہے۔ اور وہ فخرِ مشائخ عظام، مرجع

خواص و عوام، منبعِ برکاتِ قدسیہ، مظہرِ فیوضِ مرضیہ، معدنِ معارفِ الٰہیہ مخزنِ حقائق، مجمعِ دقائق، سراجِ ہمعصراں، سرتاجِ اہلِ زماں، سلطان العارفین تارکین دنیا کے بادشاہ، غوثِ کاملین، غیاث الطالبین، جن کی کامل ستائش سے قلموں کی زبانیں قاصر ہیں۔ جن کے مکارمِ اخلاق تعریف و توصیف سے بالاتر ہیں۔ جن کے باطن پر متقدمین و متاخرین رشک کرتے ہیں۔ اور ظاہر پر فاجر اور خدا سے غافل لوگ حسد کرتے ہیں۔ میرے پیر و مرشد اور میرے دین کے رہنما اور دنیا کے مقتدا، میرے آقا، میرے مولا اور میرے مستند اور معتمد یعنی حضرت الشیخ الحاج امداد اللہ صاحب تھانوی فاروقی، اللہ تعالیٰ ان کو ہمیشہ ارشاد و ہدایت کے ساتھ صحیح سالم رکھے۔ اور ان کی ذاتِ مقدس کے ذریعہ سے ضلالت و گمراہی کو زائل کرے۔ میں نے اس ترجمہ میں ان کے نام نامی اور اسم سامی سے مدد لی ہے اور دامنِ فیض و عاطفت میں پناہ لی ہے ورنہ مجھ میں یہ قابلیت نہ تھی اور میں اس راہ میں قدم نہیں اٹھا سکتا تھا۔"...... الی آخر حضرت گنگوہیؒ کو اپنے حضرت کے وصال پر جو صدمہ ہوا تھا وہ بھی تذکرۃ الرشید کے حوالے سے ملاحظہ ہو۔

"جس وقت اعلیٰحضرت کے وصال کی خبرِ وحشت اثر ہندوستان میں پہنچی اور حضرت امام ربانی کے کانوں میں پڑی اس وقت صدمہ سے جو حال آپ کا ہوا وہ پاس رہنے والوں نے دیکھا۔ باوجودیکہ آپ

لے اسی ذیل میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت قطب الارشاد گنگوہی قدس سرہٗ نے حضرت اقدس حاجی صاحب قدس سرہٗ کے بارے میں ایک سائل کو جو جواب عنایت فرمایا ہے وہ بعینہٖ نقل کیا جائے۔ جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت گنگوہی قدس سرہٗ بھی جو منع فرماتے تھے وہ صرف مکان ہندوستان تک ہی محدود تھا۔ ورنہ اصل مسئلہ بتفصیلہٖ "المہند علی المفند" میں ان کے مزاج شناس اور خلیفۂ اکبر مؤلف "براہین قاطعہ" حضرت اقدس مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری قدس سرہٗ کے قلم سے بتائیدِ اکابر حضرات دیوبند قدیمًا و حدیثًا مذکور ہے۔ حضرت گنگوہی قدس سرہ العزیز کا یہ فتویٰ ایک اشتہار کی صورت میں بہت پہلے شائع ہوا تھا جس کا عکس حضرت شاہ نفیس صاحب قادری مدظلہ (خلیفۂ مجاز حضرت اقدس شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہٗ) نے ہمیں ارسال فرمایا تھا جو بعینہٖ یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

"فتاویٰ میلاد کا مضمون فیصلہ ہفت مسئلہ کے مخالف ہونے کے سبب اکثر لوگوں کو خلجان ہوتا ہے۔ اس لئے اس کے متعلق ایک سوال جواب شائع کیا جاتا ہے۔

چونکہ فیصلہ ہفت مسئلہ سے اکثر لوگوں کو شبہ ہوتا ہے۔ اس لئے اس کے متعلق رسالہ ہفت مسئلہ جو مطبع نظامی میں طبع ہوا ہے اور حضرت حاجی صاحب سلمہ کی طرف منسوب ہے اور اس میں اہلِ بدعت کی تائید اور اہلِ حق علماء دین محققین کی مخالفت کی گئی ہے، آیا اس کا حاجی صاحب مدظلہم کی جانب منسوب ہونا درست ہے یا نہیں؟ علاوہ اس کے اس پر عمل کرنا اور ترغیب دلانا درست ہے یا نہیں؟ (بقیہ حاشیہ برصفحہ ۴۵)

کوہِ استقلال تھے۔ جگر گوشۂ اولاد اور ثمرۃ الفؤاد، قرۃ العیون کے متواتر صدمات پر آپ پر دہ اضمحلال ہرگز طاری نہیں ہوا جو مرشد العرب والعجم کی دنیاوی مفارقت سے آپ پر ہویدا ہوا۔ کئی وقت آپ کھانا نہ کھا سکے۔ کسی سے بات کرنا یا مجمع میں بیٹھنا آپ کو گوارا نہ ہو سکا۔ آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہوئے اور ہر چند آپ ضبط فرماتے مگر بے تاب ہو جاتے تھے۔ سالہا سال کے بعد آج یہ مضمون عام طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ امام ربانی کو اعلحضرت کے وصال کا جو صدمہ ہوا، شاید دنیا میں کسی کو ایسا صدمہ نہ ہوا ہو۔ مہینوں آپ کی یہ حالت رہی کہ شب کو چارپائی پر لیٹتے ہی خدام کو رخصت فرما دیتے اور خلوت میں پلنگ پر پڑے ہوئے گھنٹوں رویا کرتے تھے۔ بعض مخلصین اتفاقیہ ایسی حالت میں جا پہنچے ہیں، انہوں نے ایسی آواز سنی ہے جیسے دیگچی کو آگ پر رکھ دیا جاتا ہے اور وہ جوش مارتی ہے")

"تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۱۸۷"

(بقیہ حاشیہ از صفحہ)

الجواب

رسالہ ہفت مسئلہ میں مسئلہ امکان کذب و امکان نظیر میں تو کوئی امر ایسا نہیں لکھا کہ کسی کے خلاف ہو بلکہ اس کے امکان کا اقرار اور اس کے بحث سے احتراز ہے تو اس میں کسی اہلِ حق کی مخالفت نہیں۔ اور مسئلہ تکرارِ جماعت میں بسبب اختلافِ روایاتِ فقہ کے فریقین کو نزاع سے منع کیا گیا ہے کہ مسئلہ مختلف فیہ میں مخالفت کرنا مناسب نہیں۔ اور مسئلہ ندائے غیر میں صاف صاف حق لکھا ہے کہ ندائے غیر اگر حاضر و علمِ غیب جان کر کرے گا شرک ہوگا۔ اور جو بے اس کے شوق میں کہا ہے تو گنہگار نہیں۔ اور جو بدوں عقیدۂ شرکیہ کے اور بدوں شوق کے یہ سمجھ کر کہے کہ شاید ان کو حق تعالیٰ خبر کر دے تو خلافِ محلِ نص میں خطا و گناہ ہے مگر شرک نہیں۔ اور جو نص سے ثبوت ہو جیسا صلوٰۃ و سلام بخدمت فخرِ انام علیہ الصلوٰۃ والسلام ملائکہ کا پہنچانا تو وہ خود ثابت ہے۔ یہ سب حق ہے۔ اس میں کوئی اہلِ حق اس کے خلاف عقیدہ نہیں رکھتا۔ اب رہے تین مسئلے۔ مسئلہ قیود مجلسِ مولود۔ اور قیود ایصالِ ثواب اور عرس بزرگان کا کرنا۔ تو اس میں وہ خود لکھتے ہیں کہ در اصل مباح ہیں۔ اگر ان کو سنت و ضروری جانے تو بدعت اور تعدی حدود اللہ تعالیٰ اور گناہ ہے اور اس کے بدوں کرنے میں اباحت لکھتے ہیں۔ اور ہم لوگ جو منع کرتے ہیں تو وجہ یہ ہے کہ ان کو رسوم اہل زمانہ سے خبر نہیں کہ یہ لوگ ان قیود کو ضروری جانتے ہیں لہٰذا باعتبار اصل کے مباح لکھتے ہیں۔ اور ہم لوگوں کو عادتِ عوام سے محقق ہو گیا کہ یہ لوگ ضروری اور سنت جانتے ہیں۔ لہٰذا ہم بدعت کہتے ہیں۔ پس فی الحقیقت مخالفت اصل مسائل میں نہیں ہوئی۔ بلکہ بسبب عدم علمِ اہلِ زمانہ کے یہ امر واقع ہوا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ نے صابی کو ایک حکم دیا اور صاحبین نے دوسرا حکم۔ اور یہ بسبب اختلاف حال کے ہوا۔ کہ امام صاحب کے وقت میں ان کا حال اہلِ کتاب جیسا تھا اور صاحبین کے وقت میں مجوس جیسا۔ پس اختلاف اصل مسئلہ کا نہیں بلکہ بوجہ حال اہلِ زمانہ کے ہے۔ ایسا ہی دیگر مسائل میں ہے۔ ورنہ حضرت سلمہ کے عقائد ہرگز بدعتی کے نہیں ہیں کہ اہلِ فہم و دانش خود عبارتِ رسالہ سے سمجھ سکتا ہے۔

کتبہ احقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(یہ فتویٰ فتاویٰ رشیدیہ مطبوعہ ادارہ اسلامیات ص ۱۳۹ پر بھی موجود ہے) (حاجی صاحب کا مکتوب بالا میں پڑھا خط کریم)

حضرت حاجی صاحب رح اپنی مشہور کتاب "ضیاء القلوب" کے صفحہ ۶۲ میں تحریر فرماتے ہیں۔

"جو شخص مجھ سے عقیدت و محبت رکھے وہ مولوی رشید احمد سلمہ اور مولوی محمد قاسم سلمہ (مسلکِ دیوبند کے باقی علماء و مشائخ ان ہی دو کے شاگرد اور خلفاء در خلفاء ہیں) کو جو کمالاتِ ظاہری اور باطنی کے جامع ہیں، میری جگہ بلکہ مجھ سے بلند مرتبہ سمجھے۔ اگرچہ ظاہر بیں معاملہ برعکس ہے کہ میں ان کی جگہ (ان کا مرید بنتا) اور وہ میری جگہ (میرے پیر بنتے) ہیں۔ اور ان کی صحبت کو غنیمت سمجھے کہ ان ایسے لوگ اس زمانے میں نہیں پائے جاتے ہیں۔ ان کی بابرکت خدمت سے فیض حاصل کرے اور سلوک کے طریقے جو اس کتاب "ضیاء القلوب" میں ہیں، ان کے سامنے حاصل کرے۔ ان شاء اللہ بے بہرہ نہیں رہے گا۔ خدا ان کی عمر میں برکت دے اور معرفت کی نعمتوں اور اپنی قربت کے کمالات سے مشرف فرمائے اور بلند رتبوں تک پہنچائے۔ اور ان کے نورِ ہدایت سے دنیا کو روشن کرے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں قیامت تک ان کا فیض جاری رکھے۔"

مکتوب گرامی مخدوم العالم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرہ

یہاں مناسب معلوم ہوا کہ فتاویٰ رشیدیہ سے حضرت مخدوم العالم حاجی امداد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ کا وہ مکتوب گرامی نقل کر دیا جائے جس میں انہوں نے مولوی نذیر احمد خان صاحب رامپوری کے ایک شبہ کا ازالہ کیا ہے

شبہ۔ براہین قاطعہ میں مجلس میلاد کو بدعت ضلالہ کہا ہے اور فاتحہ اور محفل میلاد کرنے والوں کو ہنود اور روافض لکھا۔ فقط

از فقیر امداد اللہ چشتی فاروقی عفی عنہ بخدمت مولوی نذیر احمد خان۔

بعد تحیہ و سلام آنکہ خط آپ کا آیا۔ مضمون سے مطلع ہوا۔ ہر چند کہ بعض وجوہ سے عزم تحریر جواب نہ تھا مگر بغرض اصلاح و توضیح عبارت براہین قاطعہ بالاختصار کچھ لکھا جاتا ہے۔ شاید اللہ تعالیٰ نفع پہنچائے اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ۔

جواب۔ صاحب براہین قاطعہ نے نفس میلاد کو بدعت ضلالہ نہیں کہا۔ قیودات زائدہ محرمہ مکروہہ کو کہا ہے اور نہ نفس ذکر و قیام کرنے والوں کو ہنود و روافض لکھا۔ بلکہ عقیدہ باطلہ پر حکم حرمت و مشابہت روافض و ہنود کا لگایا۔ چنانچہ فتویٰ جناب مولوی احمد علی صاحب مرحوم اور مولوی رشید احمد سلمہ میں یہ امر مصرح موجود ہے کہ نفس ذکر میلاد کو وہ باعث حسنات و برکات لکھتے ہیں اور براہین قاطعہ میں مکرر اس کو ظاہر کیا ہے۔ انصاف شرط ہے۔ حضرت گنگوہی" کا اپنا مکتوب گرامی صفحہ ۔۔ پر ملاحظہ فرمائیں:

اب بریلوی حضرات انصاف سے غور فرمائیں کہ اُن سے ان مذکورہ حضرات سے بیعت ہونے یا ان سے علوم حاصل کرنے کا مطالبہ نہیں کیا جاتا۔ بلکہ وہ جن حضرات سے مناسبت رکھتے ہوں، ان ہی سے بیعت ہوں۔ مگر خدا را جن اولیاء اللہ کے بارے میں آپ کے پیر و مرشد یا مسلّمہ بزرگ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بطورِ وصیت لکھا ہے ان کو کم از کم کافر تو نہ کہیں۔ اور ان سے بغض اور دشمنی کا اظہار کرکے یا ان کی اصلی تعلیمات اور عشق و محبت اور اتباعِ سنت کو نظر انداز کرکے مناظرانہ اور دقیق باتوں کو عوام میں لاکر اپنی اور عوام کی عاقبت تو خراب نہ کریں

اسی طرح دیوبندی حضرات کو اپنے مرشد حضرت حاجی صاحبؒ کی وصیت پر عمل کرنا چاہیئے پہلے چونکہ شدت کی ضرورت تھی مگر اب خبیث سازشی انگریز ملک بدر ہو گیا ہے۔ شاید حضرت حاجی صاحب کے ارشادات پر عمل کا اب ہی خصوصی وقت ہے[۱]۔ اس لئے کہ ایسا ہوتا آیا ہے کہ اولیاء اللہ اپنی حیاتِ مبارکہ میں ایسی خدمت بھی کر جاتے ہیں جس کی ضرورتِ خاصہ بعد میں پڑتی ہے۔

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ اور ان کے خلفاء

چنانچہ غور کا مقام ہے کہ شیخین جلیلین حضرت نانوتوی رح و حضرت گنگوہی رح میں سے حضرت گنگوہی رح نے تقسیم کار کے طور پر تنقیحِ امورِ عقائد و طریقت کا میدان سنبھالا۔ حضرت گنگوہی قدس سرہ کے وصال کے بعد ان کے خلیفۂ اجل حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ نے اس مشن کو سنبھالا۔ اب حضرت سہارنپوری رح کے اکابر خلفاء جن سے ان کا علمی و روحانی فیض صرف ہند و پاک ہی میں نہیں بلکہ پوری دنیا میں پھیلا، وہ دو ہیں۔ حضرت مولانا محمد الیاسؒ دہلوی اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ ان دونوں کا زمانہ وہ تھا جب کہ حضرت سہارنپوری رح نے تنقیحِ امور عقائد و طریقت کا کام پوری طرح کرکے اتمامِ حجت کر دیا تھا۔ ان دونوں حضرات (حضرت دہلوی رح و حضرت شیخ الحدیث رح) کو جو کہ حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے صرف خلفاء ہی نہیں تھے بلکہ ان کو غیر معمولی ذاتی تعلق، شب و روز خلوت و جلوت اور سفر و حضر میں عرب و عجم میں ساتھ رہنے کی بنا پر حضرت کی پوری پوری مزاج شناسی

---

[۱] حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ کی خصوصی وصیت دیوبندی حضرات سے متعلق ابھی گذر چکی مگر اس کی اہمیت کی وجہ سے دوبارہ اس کو بعینہٖ نقل کرتے ہیں۔ فرمایا "اور جو موافقین اور معتقد ہیں (یعنی حضرت گنگوہی رح کے) ان کو چاہیئے کہ مولوی صاحب کی مجلس میں ایسے قصوں کا تذکرہ نہ کیا کریں۔ اور اپنے جھگڑوں میں ان کو شریک نہ کیا کریں۔ اور سب پر لازم ہے کہ مفت کی بحث و تکرار میں عمرِ عزیز کو تلف نہ کریں۔ یہ حجاب ہے محبوبِ حقیقی سے"

حاصل تھی۔ ان دونوں حضرات نے اپنے اکابر کے مقصد (قیامِ دین علیٰ حقیقتہٖ وغلبۂ اسلام و مسلمین) کو سامنے رکھتے ہوئے جو طریق اور اسلوب اختیار کیا اس کو دیکھنے والے اب بھی کافی تعداد میں موجود ہیں۔ چنانچہ ہم نے کبھی بھی حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ یا حضرت دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خواص سے ان فروعی مسائل میں تشدد نہیں دیکھا۔ بلکہ ان باتوں کو انہوں نے محبت پر محمول کیا۔ اور جن عوام کو ہمارے اکابر کے اصل مسلک سے ناواقفیت ہے، ان کے سامنے ہم خدام کو اکابر کا اصل مسلک پیش کرنے کی ہدایت فرمائی۔ مثلاً ذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اہمیت اور اولیاءِ کرام کو ایصالِ ثواب اور ان کے مبارک تذکرے، فروعی جزئی مختلف فیہ باتوں میں ان پر حسنِ ظن اور ان کا ادب اور ان سے تعلق اور ان کی اتباع پر زور دیا۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رح مہاجرِ مدنی کا مزاج اور اسلوب

جامعِ شریعت وطریقت امامِ وقت، قطب الاقطاب حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رح قدس سرہٗ جنہوں نے جامعہ مظاہر العلوم میں نصف صدی سے زائد عرصہ حدیث پاک کا درس دیا۔ اور اسی عرصہ میں اوجز المسالک شرح مؤطا امام مالکؒ ۱۵ جلدوں میں، لامع الدراری شرح بخاری ۱۰ جلدوں میں، کوکب الدری شرح ترمذی ۴ جلدوں میں اور ابواب تراجم بخاری جیسی عظیم کتب مرتب فرمائیں۔ علماء فرماتے ہیں کہ اوجز اور لامع نے متقدمین کی یاد تازہ کردی۔ حجازِ مقدس اور دیگر عرب ممالک کے مالکی، حنبلی، شافعی علماء نے اس حنفی عالم کی وسعتِ علم کا کھل کر اعتراف کیا۔ اردو میں تبلیغی نصاب کے رسائل عوام کے لئے اور علمی رسائل علماء کے لئے تصنیف فرمائے۔ جن کی مجموعی تعداد سو کے قریب ہے۔ حضرت کے اکابر، عمر میں بڑے اور ہمعصر اہلِ علم وفضل سبھی حضرات حضرت کے رسوخ فی العلم والطریقہ کی شہادتیں، نسبتیں اور محبتیں دیکر رخصت ہوگئے تھے اور حضرت کو "إذا أحب عبداً نادی جبریل" الحدیث کا سچا مصداق بنا گئے۔ اور پھر اس وقت حضرت ظاہری وباطنی کمالات کی جامعیت میں ایسا منفرد مقام حاصل کرچکے تھے کہ حضرت کو حدیث کنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ۔ الحدیث کا مصداق قرار دینے کے لئے کسی بھی غور وتامل کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔ اور جن نامور علماء ومشائخ کا تعلق حضرت کے علمی وسلوکی سلاسل سے نہ تھا، ان حضرات نے بطورِ برکت حضرت سے اسانیدِ حدیث حاصل کیں اور بیعت کی درخواستیں کیں۔

زیرِ نظر تحریر کے موضوع کی مناسبت سے اردو میں حضرت شیخ رح کی کتاب "فضائل درود شریف، فضائلِ حج، خصائلِ نبوی" کا مطالعہ خاص طور سے مفید ہے۔ ان میں فضائل کے ساتھ

مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم، توسل، استشفاع، شدِّ رِحال اور تبرکات وغیرہ مسائل میں اہل السنت والجماعت کے عقائد کے مطابق تفصیل ہے۔

اس سلسلے میں یہاں اختصار کے پیشِ نظر چند واقعات لکھے جا رہے ہیں۔

(۱) حضرت شیخ الحدیث رح کے طویل صحبت یافتہ خلیفہ مجاز اور شاگرد خاص حضرت مولانا عبد الحفیظ مکی زید مجدہم جن کا حضرت کے وصال تک اخص الخواص خدام میں ہونا مشہور و مسلم ہے، نے بیرون ملک ایک مجلس میلاد شریف میں دینی مصلحت کی بنا پر شرکت کی۔ اور اپنی اس شرکت کا ذکر بہت ہی معذرت خواہانہ انداز میں ایک خط میں حضرت شیخ سے ڈرتے ڈرتے کیا۔ کیونکہ اگرچہ حضرت شیخ قدس سرہٗ کے یہاں شب و روز ذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی مشغلہ تھا اور صلوٰۃ وسلام کی بھی ہوتی تھی، لیکن میلاد شریف کے نام سے مروجہ طریق پر مجلس نہیں ہوتی تھی حضرت شیخ نے جواب میں حضرت مکی صاحب کو لکھا کہ تم نے بہت اچھا کیا۔ ایسی مجالس میں شرکت بہت مبارک ہے۔[۱]

(۲) ایک دفعہ مدینہ منورہ میں خدام نے عاشورہ کا روزہ رکھا۔ اور عصر کے بعد افطاری اور کھلانے وغیرہ کے اہتمام میں مشغول تھے تو حضرت نے خدام کو بلا کر پوچھا کہ آج شہدائے کربلا اور حضرت حسین رضہ کے لئے کیا کیا ایصالِ ثواب کیا۔ خاموشی پر حضرت نے فرمایا "ڈوب مرو، تم سے تو وہ خبیث رافضی ہی اچھے جو کم از کم جھوٹ موٹ رو تو لیتے ہیں"۔ پھر حضرت نے خود جو ایصالِ ثواب کیا تھا، اس کی بڑی مقدار تعلیم کی خاطر سے اظہار فرمائی۔ اس بارے میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ کے دیگر خطوط آپ کے خلفاء اور متوسلین کے پاس موجود ہیں۔

---

[۱] اسی طرح حضرت شیخ کے دوسرے خلیفہ مجاز حضرت مولانا اشیاق صاحب بہاری دامت برکاتہم فاضل دیوبند نے اپنے خود نوشت حالات مندرجہ "حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہٗ اور ان کے خلفاءِ کرام" الجزء الثالث صـ۱۱۱ میں یہ تحریر فرمایا ہے "مظفر پور بدعات و خرافات اور الحاد و مراسم پرستی کا مرکز ہے۔ مزارات کی کثرت بھی ہے اور وہ آباد و بارونق بھی ہیں۔ یہاں میلاد کی مجالس بکثرت ہوتی ہیں۔ میں جب یہاں آیا تو میں نے دیکھا کہ اس مدرسہ کے ذمہ دار حضرات اور اساتذہ ان مجالس میں شریک بھی ہوتے ہیں اور قیام بھی کرتے ہیں۔ میں نے اس سلسلہ میں عریضہ لکھا حضرت (شیخ الحدیث) نور اللہ مرقدہٗ نے تحریر فرمایا کہ ملاقات کے وقت کہنا۔ چنانچہ رمضان المبارک کے موقع پر اس عاجز نے استفسار کیا تو حضرت نے جو جواب مرحمت فرمایا اس کا حاصل یہ تھا کہ اگر منکرات اور خود ساختہ قیودات کی پابندی نہ ہو تو شرکت میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اھ

(۳) حضرت کو درسِ حدیث اور علمی خدمات کے زمانہ میں خانقاہی اعمال کا اہتمام رہا۔ اور آخر میں سارا وقت ارشاد و بیعت، مجالس ذکر اور درود شریف کی کثرت کی ترغیب و اشاعت میں مشغولی رہی۔ چنانچہ ایک گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں (درود شریف کے پڑھنے سننے اور پھیلانے میں دونوں جہانوں کی خیر و فلاح مضمر ہے۔ اور قرب الٰہی یقینی ہے۔ یہ بیکار ہمیشہ اپنے دوستوں سے عرض کرتا رہتا ہے کہ دل سے موت کو ہمیشہ یاد رکھو اور زبان سے جتنا ہو سکے درود شریف پڑھتے رہو)

(۴) مشائخ عظام کے مزارات پر ہمیشہ بہت اہتمام سے حاضری دیتے۔ مثلاً پیرانِ کلیر حضرت صابر صاحبؒ جو اپنے سلسلہ چشتیہ صابریہ کے بڑے ہیں۔ اور سرہند شریف میں حضرت مجدد صاحبؒ، حضرت نظام الدین اولیاءؒ، حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ، حضرت خواجہ باقی باللہؒ، دیوبند میں مزار قاسمی حضرت نانوتویؒ، حضرت شیخ الہندؒ، حضرت مدنیؒ، حضرت گنگوہیؒ اور حضرت رائے پوریؒ کے مبارک مزاروں پر خدام کی جماعت کے ساتھ ذکر بالجہر، مراقبہ اور ایصال ثواب کا اہتمام رہا۔ اور حجازِ مقدس میں صحت کے زمانے میں تقریباً روزانہ ایک ایک گھنٹہ تک جنت البقیع میں حاضری دیتے اور اپنے پیرومرشد کے مزار پر زیادہ بیٹھتے۔ اور حرم شریف میں اقدام عالیہ کے پاس گھنٹوں مراقب رہتے۔ اور وہاں سے اخذِ فیض کے لئے خدام کو بھی ہدایت فرماتے۔

(۵) مدینہ منورہ حاضری سے پہلے ایک دفعہ اپنے خادم خاص مخدوم العلماء حضرت صوفی محمد اقبال صاحب زید مجدہم کو لکھا کہ تمہیں جو بات پوچھنا ہوا کرے (سلوک کے متعلق) روضۂ شریف پر عرض کر دیا کرو وہ خود بھی مدینہ شریف حاضر ہونے والے ہر شخص سے اپنا سلام عرض کرتے اور دعا اور توجہ کی درخواست کرتے۔

(۶) ایک خادم کے پاس اقامہ نہیں تھا۔ اس کو فرمایا کہ جاؤ روضۂ اقدس پر جا کر عرض کرو کہ میرے پاس اقامہ نہیں ہے۔

(۷) حضرتؒ کے خدام میں کچھ حضرات صاحب حضوری ہیں۔ ان سے خصوصی طور پر روضۂ شریف پر دعا اور توجہ کی درخواست اور اپنے اسفار وغیرہ کے متعلق حکم طلب فرماتے۔ اور ان حضرات کے مکاشفات پر شرعی ضابطے کے تحت عمل فرماتے۔ ان مکاشفات کو اپنے روزنامچے میں درج کرواتے۔ چنانچہ حضرت کے روزنامچے سے نقل کردہ مکاشفے "بہجۃ القلوب" کے نام سے حصہ اول و دوم حضرت کی حیات ہی میں کتابی شکل میں چھپ بھی گئے تھے جس میں اکثر مکاشفات حضرت مولانا عبد الحفیظ مکی صاحب کے ہیں۔ مکاشفات کے متعلق حضرت شیخ نے اپنی تصنیف "شریعت و طریقت کا تلازم" میں لکھا ہے کہ مکاشفات کا انکار

احادیث سے ناواقفیت کی بنا پر ہے۔

(۸) حضرتؒ اپنی مجلس میں اکثر اولیاء اللہ کی حکایات کی کتابیں سنا کرتے تھے۔ بلکہ حضرتؒ کی اولین تصنیف اپنے سلسلہ چشتیہ امدادیہ خلیلیہ کے مشائخ کے حالات میں "مشائخِ چشت" کے نام سے مطبوعہ ہے۔

(۹) مدینہ منورہ میں حضرت قاری عباس صاحب بخاریؒ[لہ] کے یہاں ہر جمعہ مولود شریف ختم خواجگان اور ایصالِ ثواب کے لئے لوگ جمع ہوتے تھے اور کھانا پکتا تھا۔ قاری صاحب حضرت کے دسترخوان کے لئے بھی اس دن خاص طور سے کھانا بھیجتے۔ حضرت بہت خوشی سے قبول فرماتے۔ خود بھی کھاتے، مہمانوں کو بھی کھلاتے۔ اور اس کا برملا اظہار بار بار فرماتے کہ یہ ہمارے قاری عباس صاحب کے ہاں سے آیا ہے۔ اور خود حضرت شیخؒ کو بھی مالی وجانی ایصالِ ثواب کا بہت ہی اہتمام تھا۔

(۱۰) ایک دفعہ روضۂ اقدس کے قریب کھدائی ہوئی تو وہاں کی مٹی حاصل کرکے سہارنپور لے گئے تھے اور وصیت فرمادی کہ اگر سہارنپور میں میری وفات ہوجائے تو یہ مٹی میری قبر پر ڈال دیں۔ اور ایک دفعہ روضۂ اقدس کی جالی مبارک کے اندر مرمت ہوئی تو وہاں کی خاک مبارک ایک ڈبے میں محفوظ کرکے اپنے کمرے میں رکھ لی جو کہ جنت البقیع میں تدفین کے وقت حضرتؒ کی قبر مبارک میں ڈال دی گئی تھی۔

(۱۱) حضرتؒ جب جالی شریف کے پاس بیٹھتے تو انگلی سے جالی شریف پر پڑا ہوا غبار لے کر اپنی آنکھوں میں سرمے کی طرح لگا لیتے۔ اس وقت جالی شریف پر بڑھیا عطر بھی لگایا کرتے تھے۔ یہ سب امور حصولِ برکت و توسّل کی لائن کے ہیں۔

عشاق کو مدینہ پاک کی خاک اور فضاؤں میں انوارات اور برکات کا ادراک ہوتا ہے جعفر شبلیؒ فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ کی مٹی میں ایک عجیب خوشبو ہے جو مشک و عنبر میں ہرگز نہیں جن کے دل سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے لبریز ہیں وہ اس خوشبو کی دلربا کیفیت سے خوب واقف ہیں۔ ایک دفعہ مسجدِ نبوی صلے اللہ علیہ وسلم میں مصلّے شریف کے فرش کی مرمت ہو رہی تھی۔ حضرت شیخ الحدیث کے خادم خاص مخدوم العلماء حضرت صوفی محمد اقبال صاحب زید مجدہم نے باہر ڈالے ہوئے ملبے سے ایک چھوٹی سی مٹی کی ڈلی اٹھالی اور اس کو کاغذ میں لپیٹ کر حضرت شیخ رحمہ اللہ

[لہ] قاری عباس صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم دیوبند کے پڑھے ہوئے اور ایک زمانہ تک دیوبند کی بعض مساجد میں امام بھی رہے۔ حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہتمم دارالعلوم دیوبند سے بیعت تھے۔ حج کے ایام میں علماء دیوبند و مظاہر علوم عموماً ان کے ہاں قیام پذیر ہوتے تھے۔ نہایت بے نفس اور ہر وقت قرآن وحدیث وغیرہ کے پڑھنے پڑھانے ہی میں مشغول رہتے تھے۔

کی خدمت میں سہارنپور بھیج دیا لے جانے والے نے حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کو کچھ نہیں بتایا کہ یہ کیا ہے۔ اور بند پڑیا دے کر چلا گیا۔ اس کے بعد حضرت شیخ رح نے حضرت صوفی صاحب دامت برکاتہم کو تحریر فرمایا کہ تم نے ایک نہایت عجیب و غریب مستانہ خوشبو بھیجی ہے۔ یہ کون سی قسم کی خوشبو ہے۔ اس کا نام لکھ کر بھیجو تو انہوں نے جواب میں عرض کیا کہ یہ دنیاوی خوشبو کی کوئی قسم نہیں بلکہ مسجد نبوی کی مٹی ہے اور ساتھ ہی تحریر کیا:۔

گِلے خوشبوئے در حمام روزے ۔۔۔ رسید از دستِ محبوبے بدستم
بدو گفتم کہ مشکی یا عبیری ۔۔۔ کہ از بوئے دلآویزِ تو مستم
بگفتا من گِلے ناچیز بودم ۔۔۔ ولیکن مدتے با گُل نشستم
جمالِ ہمنشیں در من اثر کرد ۔۔۔ وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

(ایک دن حمام میں ایک دوست کے ہاتھوں مجھے ایک خوشبودار مٹی ملی۔ جس کی دلآویز خوشبو سے مست ہو کر میں نے اس سے پوچھا کہ تو مشک ہے یا عنبر ہے کہ تیری دلکش خوشبو نے مجھے مدہوش کر دیا ہے۔ اس نے کہا کہ میں تو ایک ناچیز مٹی ہی ہوں لیکن ایک عرصہ تک پھولوں کے ساتھ رہی ہوں۔ ہم جلیس کے حسن نے مجھ پر بھی اثر کیا ورنہ میں تو وہی مٹی ہوں جو تمہیں نظر آ رہی ہوں۔)

حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصانیف میں کئی جگہ تحریر فرماتے ہیں۔ بلکہ اسے اجماعی مسئلہ کے طور پر نقل فرماتے ہیں کہ وہ حصۂ زمین جو جسدِ اطہر صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ متصل ہے وہ عرش و کرسی سے بھی افضل ہے[1] حضرت شیخ رحمہ اللہ کے ان الفاظ میں مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور

---

[1] حافظ ابن القیم رحمہ اللہ تعالٰی بدائع الفوائد جزء ثالث ص۱۶۸ مطبوعہ مکتبۃ القاہرہ میں ابوالوفاء ابن عقیل رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں قال ابن عقیل سألنی سائل أیّما أفضل حجرۃ النبیّ صلّی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم أو الکعبۃ؟ فقلت إن أردتّ مجرّد الحجرۃ فالکعبۃ أفضل - وإن أردتّ وھو صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم فیھا فلا واللّٰہ ولا العرش وحملتہ ولا جنّۃ عدن ولا الافلاک الدائرۃ لأنّ بالحجرۃ جسدًا لو وُزِنَ بالکونین لرجّح (انتھٰی)

اور ابھی حال ہی کے اہلِ حدیث صوفی علماء میں سے حضرت مولانا سید ابوبکر غزنوی اپنی کتاب "قربت کی راہیں" میں ص۴۵ پر فرماتے ہیں "آیئے ان کے روضۂ اطہر کی بات کریں۔ ہر مکان کو شرف مکین سے ہے۔ ہر جگہ کو فضیلت اس میں بسنے والے سے ہے۔ شاہی محلوں کی عظمت دنیا والوں کے جی میں کیوں ہے۔ محل کے پتھروں یا اینٹوں کی وجہ سے نہیں ہے۔ محل کی عظمت ان کے جی میں اس لئے ہے کہ بادشاہ اس میں رہتا ہے۔ ہر مکان کو شرف مکین سے ہے۔ تمام روئے زمین پر روضۂ اطہر کی

بقیہ صفحہ ۵۳

مسئلہ استواء علی العرش اہلِ سنت والجماعۃ کے عقیدہ کے مطابق بیان ہوا ہے۔

حضرت رحمۃ اللہ کے عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اتباعِ سنت کے نمونے جن میں سُنن ہُدیٰ، سنن عادی، معاشرت ومعیشت اور اخلاق میں توکل وقناعت، تواضع اور زہد وغیرہ زندگی کی سنتوں پر عمل مطبوعہ رسالہ "حضرت شیخ اور اتباعِ سنت" میں ملاحظہ فرمائیں۔

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ کے بھی ایک دو واقعات نقل کرتا ہوں۔

(۱) حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ کے بڑے خلیفہ حضرت مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ ایک دفعہ حج پر گئے۔ واپسی پر تھانہ بھون حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضرت! وہاں لوگ جالی شریف کو چومتے تھے۔ میرا بھی جی چاہتا تھا کہ چوم لوں مگر اس میں حضرت والا کا مسلک معلوم نہیں تھا، اس لئے باز رہا۔ حضرت حکیم الامت رہ نے جواب دیا "کاش آپ جالی مبارک کو چوم لیتے۔ پھر آ کر مجھ سے پوچھتے تو میں جواب دیتا" این خطا از صد صواب اولیٰ تراست"

(۲) حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ کے دوسرے بڑے خلیفہ حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ ملتان میں پاکستان بننے کے بعد تین سال حضرت بہاؤالدین زکریا رحمۃ اللہ کی خانقاہ میں قدیم اولیاء اللہ کے طریقوں پر جو عرس ہوتا تھا اس میں شرکت فرماتے تھے۔ پھر دورۂ حدیث اور مدرسہ کی مشغولی کی وجہ سے یہ شرکت ان سے چھوٹ گئی۔ اور ظاہر ہے کہ حضرت کی یہ شرکت عوام کی اصلاح کی غرض سے ہوتی تھی۔

راقم نے یہ حکایت حضرت اقدس مخدوم العلماء صوفی محمد اقبال صاحب مدنی مدظلہ سے سنی تھی۔ بعض حضرات

(بقیہ حاشیہ از ص ۵۲)

زمین کے سوا کوئی مقام ایسا نہیں جس سے آپ جیسا جسمِ اطہر مس کر رہا ہو۔ پس وہ زمین کا حصہ جس سے آپ کا جسم مس کر رہا ہے تمام روئے زمین سے افضل ہے۔ اور یہ بات حافظ ابن قیم کی ہمنوائی میں کہہ رہا ہوں۔ ایک شخص نے آپ سے پوچھا، کیا کعبہ روضۂ اطہر سے افضل ہے تو فرمایا:-

فلا واللہ ولا العرش وحملتہ، ولا جنۃ عدن ولا الأفلاك الدآئرۃ، لأن بالحجرۃ جسدًا لو وُزِنَ لرجح۔

نہیں! خدا کی قسم روضۂ اطہر کعبہ سے افضل ہے۔ عرش اور حاملین عرش سے افضل، وہ جنت عدن سے افضل، وہ آسمانوں سے افضل، اس لئے کہ روضۂ مبارک میں ایک ایسا جسد اطہر ہے کہ اگر دونوں جہانوں کو ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور ان کا جسم مبارک دوسرے پلڑے میں، تو ان کا جسم مبارک دونوں جہانوں سے زیادہ وزنی اور قیمتی رہے گا۔

سبحان اللہ ما اکملك ما احسنك ما اجملك

کتھے مہر علی، کتھے تیری ثنا گستاخ اکھیاں کتھے جا اڑیاں (انتہیٰ)

نے اس پر اشکال کیا۔ جس پر راقم نے دوبارہ حضرت اقدس مخدوم العلماء صوفی محمد اقبال صاحب مدظلہ سے مراجعت کی تو انہوں نے مندرجہ ذیل مضمون لکھ کر عنایت فرمایا جو بعینہ نقل ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم

شہر ہوشیار پور سے تین میل کے فاصلہ پر ایک بستی "کوٹ عبدالخالق" کے نام سے موسوم ہے۔ وہاں پر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے بہت بڑے شیخ متبع سنت حضرت میاں عبدالخالق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خانقاہ، قرآن کریم کا مکتب، یتیم خانہ اور عصری تعلیم کا سکول بھی قائم کیا تھا۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں کا حلقہ بہت وسیع تھا۔ یوپی تک کے میرٹھ وغیرہ علاقے کے ہزاروں ان کے مرید تھے۔ جن میں عوام جہلاء بھی ہوتے ہی ہیں۔ لیکن حضرت پیر صاحب کے صاحبزادگان اکابر دیوبند کے معتقد تھے۔ پیر صاحب کے وصال کے بعد سالانہ عرس شروع ہو گیا۔ اس موقع پر عقیدت مندوں کے اجتماع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے صاحبزادگان حضرات علماءِ دیوبند کو بلاتے اور ان سے دینی وعظ اس انداز سے ہوتا کہ جو عرس کی مخالفت کے بجائے اس کا حصہ ہی سمجھا جاتا تھا کہ عرس کے نظام الاوقات والے اشتہار میں ان حضرات کی تقاریر اور تشریف آوری کا بھی اعلان ہوتا۔ چنانچہ ایک عرس میں حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ خلیفۂ اجل حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ تشریف لائے۔ ان کے ہمراہ حضرت حاجی محمد شریف صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلیفۂ حضرت تھانوی رح، ماسٹر خیر محمد صاحب خلیفہ حضرت تھانوی رح اور میرے استاذ مکرم حضرت مولانا قاری محمد ابراہیم صاحب رح شاگرد رشید حضرت علامہ کشمیری رح و مرید با صفا حضرت مدنی رح اور دیگر علماء و صلحاء کی جماعت بھی ساتھ تھی جن کے اسماءِ گرامی اس وقت یاد نہیں۔ بندہ چونکہ اس سے قبل حضرت مولانا خیر محمد صاحب رح سے بیعت بھی ہو چکا تھا اس لئے اپنے استاذ مکرم حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ کے ساتھ اس قافلہ میں ہمرکاب تھا۔ بستیوں کے قریب کھیتوں میں کچھ راستہ پیدل بھی چلنا ہوا۔ اور بارش کے آثار دیکھ کر حضرت مولانا خیر محمد صاحب رح نے فرمایا۔ اللہ چاہے بارش بھی ہوگی۔ مجھے ان کا "اللہ چاہے" فرمانا اب تک یاد ہے۔ اس عرس میں شمولیت تو میرا چشم دید واقعہ ہے۔ باقی حضرت بہاؤالدین زکریا قدس سرہٗ کے تین سالہ عرس کی خبر بندہ کو ملی۔ بندہ ملتان میں نہیں تھا۔ لیکن یہ سنا ہوا واقعہ جب بندہ نے ملتان خیر المدارس کی مسجد میں اعتکاف کی مجلس میں بیان کیا تو میرے ساتھ تشریف فرما حضرت مولانا انور صاحب جو حضرت تھانوی رح کے بڑے خلیفۂ مجاز حضرت جلیل احمد صاحب عرف "پیارے میاں" کے داماد تھے اور حضرت پیارے میاں کے بعد مجلس صیانۃ المسلمین کے صدر ہونا سنا تھا انہوں نے فرمایا کہ "ان عرسوں میں خود شریک ہوا ہوں جن میں اکابر علماءِ دیوبند کو بلایا جاتا تھا جس سے عوام کے عقائد و اعمال کی بہت اصلاح ہوتی تھی۔ مولانا انور صاحب نے بہت سے شرکت کرنے والے نامور علماء کے نام بھی لئے۔

محمد اقبال مدینہ منورہ

عرس کی حقیقت کے متعلق حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ کی رائے کتاب کے آخر میں درج ہے۔

(۳) ایک دفعہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ نے فرمایا۔ کہ میرے پر ایسا وقت گذرا ہے کہ میں نے تین سال تک اپنے مرشد حضرت حاجی صاحب سے پوچھے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھایا۔ پھر اس کے بعد تین سال تک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھایا۔ پھر اس کے بعد خاموش ہو گئے۔ دوسرے وقت کسی کے پوچھنے پر فرمایا کہ پھر درجہ احسان رہا۔ حضرت گنگوہی رحمہ نے اپنا یہ حال تو صرف ایک ہی دفعہ بیان فرمایا۔ مگر حکیم الامت رحمہ نے اس کو اپنی کتاب میں چھاپ دیا۔ اور حضرت شیخ رحمہ نے اس کو سینکڑوں مرتبہ بیان فرمایا۔

(۴) رسالہ "عطرِ تصوف" جو "البنیان المشید" کے ساتھ ہی چھپتا ہے اس میں حضرت حکیم الامت نے بعض خواص کو درود شریف کا پاسِ انفاس ان الفاظ میں تلقین کیا۔ ایک سانس میں (بلا زبان ہلائے) صَلَّى اللهُ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّد اور دوسرے سانس میں صَلَّى اللهُ عَلَيْكَ وَسَلَّمَ۔

حضرت حاجی صاحب رحمہ سے پہلے بہت سے محدثین جن کا شمار صوفیائے عظام میں ہی ہوتا ہے اور وہ بریلوی، دیوبندی حضرات کے متفقہ قدوہ ہیں، ان کی تصانیف اس لائن کی باتوں سے بھری ہوئی ہیں۔ انہیں سے ہم لوگوں کو دین پہنچا ہے۔ قریب زمانے کے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ کی کتب "القول الجمیل" اور "انفاس العارفین" وغیرہ اور ان کے صاحبزادہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ کی تحریرات اور تفسیر عزیزی اور ان سے پہلے حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ کی کتب میں ہے کہ مذکورہ بالا معمولات (بغیر منکرات) ہمیشہ سے ہوتے آئے ہیں۔ اگرچہ بعض بزرگوں کا مسلک دوسرا بھی رہا۔ ان فروعی مسائل میں اختلاف ہمیشہ سے رہا جو کہ حفاظتِ دین کے لئے ضروری ہے۔ اور وسعت ہونے کے لحاظ سے اُمت کے لئے باعثِ رحمت ہے۔ یہی رحمت انگریز کے دور میں سازش اور نفسانیت کی وجہ سے باعثِ زحمت بن گئی۔

حضرت شیخ رحمہ اللہ کی خواہش اور کوشش

خدام جن کو حضرت کی خدمت کی سعادت حاصل ہوئی، کہتے ہیں کہ حضرتِ شیخ رحمہ کی دلی خواہش اور کوشش یہی تھی کہ یہ زحمت، رحمت سے بدل جائے۔ اسی طرح دیگر فروعی مسائل میں بھی ہمیشہ حاجی صاحب رحمہ کے مسلک پر طرفین (عاملین و مانعین) کے عمل پر حُسنِ ظن کا طریق اختیار فرمایا۔ البتہ عملی و اعتقادی منکراتِ شرعیہ خواہ کسی بھی اچھے عمل کے ساتھ شامل ہو جائیں، اس کی صاف صاف

تردید فرماتے۔ اس میں نرمی کو مداہنت قرار دیتے
اُمّتِ مسلمہ کی دُنیا و آخرت کی صلاح و فلاح کے لیئے بہت اہتمام سے دُعائیں بھی فرماتے
اور اس کی تاکید بھی کرتے۔ متوسلین کو مراقبہ دُعائیہ میں خصوصًا اُمّت کے لیئے بھی دُعا
کی تاکید فرماتے۔ دینِ حنیف کی سربلندی اور غلبۂ اسلام کے لیئے ہر وقت
فکرمند رہتے۔ اخیر ایام حیات میں اس کے لئے خصوصًا خانقاہی اعمال و اشغال پر بہت زیادہ زور دینے
لگے تھے۔ اس کی خاطر شدید ضعف و امراض اور معذوری کی حالت میں مختلف ممالک کے طویل ترین
اسفار کی مشقتیں بھی برداشت کیں۔ اور ان کے محبوب خلیفہ مفتیٔ اعظم حضرت مولانا مفتی محمود صاحب
گنگوہی رحمہ نے تو حضرت کے اس مشن کی تکمیل میں دیارِ غیر افریقہ میں جان بھی دے دی۔ فرحمہ اللہ تعالیٰ
رحمۃً واسعۃً۔

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ کی خواہش اور کوشش

(جو درج ذیل مکتوبِ گرامی بنام حضرت مولانا حامد میاں صاحب رح مہتمم جامعہ مدینہ لاہور سے ظاہر ہے)

محترمی و عزیزی مولانا حامد میاں صاحب زید مجدہٗ۔

سلام مسنون و نیاز مقرون۔

اس وقت ایک ضروری امر کی طرف آپ کی توجہ منعطف کرانی ہے۔ جو منصوبہ اس وقت عرض کر رہا ہوں وہ ہندوستان میں بھی بعض دوستوں اور بزرگوں سے عرض کر چکا ہوں۔ پاکستان میں آپ کی افتادِ طبع اور مزاجی خصوصیات کے لحاظ سے چونکہ آپ سے اس منصوبہ کی تکمیل کی توقع بندھتی ہے، اس لئے آپ کی خدمت میں بھی اسے پیش کرنے کی جرأت کر رہا ہوں۔ دیوبندی، بریلوی نزاع عرصہ دراز سے چل رہا ہے اور اس سے قوم کو جس قدر نقصان پہنچا ہے وہ کسی دلیل کا محتاج نہیں۔ اس سلسلہ میں یہ واقعہ ہے کہ میری سمجھ میں اب تک بھی نہیں آیا کہ مابہ النزاع کیا چیز ہے؟ یہ دونوں جماعتیں نہ صرف اسلامی عقائد، مبداً، معاد، نبوات میں متحد ہیں بلکہ فقہ حنفی کی پیروی اور راہِ سلوک میں حضرات صوفیاءِ کرام قدس اللہ اسرارہم کے طرق تصوف میں بھی متحد اور ہمخیال ہیں۔ بنیادوں کے متحد ہونے کے بعد زیادہ سے زیادہ کچھ فروعی اختلافات ہو سکتے ہیں جو ہر زمانہ میں علماء میں رہے ہیں۔ سو وہ نزاع وجدال کی حدود کی باتیں نہیں۔ اس لئے میرا جذبہ ہمیشہ سے یہ رہا ہے کہ اگر باہمی رواداری سے لوجہ الدین والاسلام اس میں کوئی اتفاق و وداد کی راہ نکل آئے تو امت اس دورِ پرفتن میں ایک بہت بڑے مہلکہ سے نکل آئے گی۔ فریقین میں کچھ نہ کچھ خوبیاں ہیں لیکن فریقین ایک دوسرے سے استفادہ کرنے سے محروم ہیں۔ اگر آپ اس سلسلہ میں کوئی ایسا اقدام فرمائیں کہ یہ نزاع یا رفع ہو جائے یا کم از کم غیر مؤثر ہو جائے تو یہ ایک بہت بڑی خدمت ہوگی جو ملک و قوم کی آپ انجام دیں گے۔ میرا گمان یہ ہے کہ ان حضرات میں بھی ایسے حضرات تلاش کے بعد نکل آئیں گے جو یہی جذبہ رکھتے ہوں گے۔ اگر آپ اس سلسلہ میں اس کی جستجو فرمائیں تو دارین کے لئے ایک سرخروئی کا باعث ہوگا۔ میں اس ملک کا باشندہ نہیں ہوں ورنہ میرا جذبہ تھا کہ میں خود ان حضرات کے پاس جا جا کر اس دردِ دلی کا اظہار کروں۔ اس بارہ میں آپ پر نظر پڑی ہے کہ آپ اسے آگے بڑھائیں گے۔ کم از کم اپنی جد وجہد کر لیجئے۔ اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا۔ امید ہے کہ مزاج گرامی بعافیت ہوگا۔ میں خود بھی اس بارہ میں امکانی حد تک ساعی رہوں گا۔ وباللہ التوفیق۔

محمد طیب مہتمم دار العلوم دیوبند۔ حال وارد لاہور ۲۸/۷/۸۸ ھجری

(نوٹ) حضرت حکیم الاسلام رحمہ اللہ کے مذکورہ جذبات خطبات حکیم الاسلام ج ۲ مطبوعہ کتبخانہ مجیدیہ ملتان میں بھی ملاحظہ کئے جا سکتے ہیں۔

حضرت مولانا مفتی محمد رفیع صاحب زید مجدہٗ کی خواہش اور کوشش

ماہنامہ "البلاغ" کراچی جمادی الآخر ۱۴۱۵ھ میں ایک مضمون بنام "ایک عظیم خواہش جو کہ تشنۂ تکمیل ہے" چھپا ہے۔ جو کہ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کے فرزند ارجمند جناب حضرت مولانا محمد رفیع عثمانی زید مجدہٗ نے حضرت مولانا مفتی محمد رضوان صاحب زید مجدہٗ استاذ جامعہ اسلامیہ راولپنڈی کے ایک خط کے جواب میں تحریر فرمایا ہے، مِن و عَن نقل کیا جاتا ہے۔

باسمہٖ سبحانہٗ

ایک عظیم خواہش جو تشنۂ تکمیل ہے

مکرم و محترم جناب محمد رضوان صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

گرامی نامہ مورخہ ۱۵/۲/۱۹ ۱۴۱ھ نظر نواز ہوا۔

مولانا محمد شفیع اوکاڑوی صاحب مرحوم کا واقعہ یہ ہے کہ صدر ضیاء الحق شہید تمام مکاتب فکر کے علماء کرام کی جو کانفرنس ہر سال بلایا کرتے تھے، ایسی ہی ایک کانفرنس اسلام آباد میں منعقد ہوئی۔ افتتاحی اجلاس جو کئی گھنٹے جاری رہا چند موضوعات کے بارے میں مفصل تجاویز طے کرنے کے لئے کمیٹیاں بنائی گئیں۔ ایک کمیٹی کو اتحاد بین المسلمین کا موضوع سونپا گیا۔ جس میں ناچیز بھی شریک تھا اور مولانا محمد شفیع اوکاڑوی صاحب مرحوم بھی۔ ان ساری کمیٹیوں کو اپنی اپنی تجاویز شام کے وقت میں مرتب کرکے اگلے دن کانفرنس کے اختتامی اجلاس میں پیش کرنی تھیں۔ اس اختتامی اجلاس میں بھی صدر ضیاء الحق شہید کو شریک ہونا تھا۔

شام کو جب اتحاد بین المسلمین کی کمیٹی کا اجلاس ہوا تو حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب کے صاحبزادے اور بعض بریلوی حضرات علماء کرام کے درمیان تلخ کلامی کی نوبت آگئی۔ ناچیز نے مشکل سے معاملہ رفع دفع کرایا اور الحمد للہ اتحاد بین المسلمین کے لئے بڑی اہم، مؤثر اور ٹھوس تجاویز بااتفاق رائے سے مرتب ہوگئیں جو اس کمیٹی کی طرف سے ناچیز نے اگلے روز مشترک اختتامی اجلاس میں پڑھ کر سنائیں۔ اس اختتامی اجلاس میں انہیں متفقہ طور پر منظور کرلیا گیا۔ پھر اس اجلاس کی دیگر قراردادوں کے ساتھ یہ قرارداد بھی سرکاری انتظام سے شائع ہوئی۔

پچھلی شام ہماری کمیٹی کے جس اجلاس میں تلخ کلامی کی نوبت آئی تھی، اس اجلاس کے فوراً بعد کمیٹی روم سے باہر آکر مولانا محمد شفیع اوکاڑوی صاحب نے مجھ سے ملاقات فرمائی اور بڑی دلسوزی سے کہا کہ دیوبندی اور بریلوی مکتبۂ فکر میں دونوں طرف بہت سے تشدد پسند اور جذباتی حضرات ہیں، اُن سے تو توقع نہیں کہ اتحاد

بین المسلمین کے سلسلے میں کوئی مثبت پیشقدمی کر سکیں گے، لیکن میں اور آپ مل کر بہت کچھ کر سکتے ہیں۔

انہوں نے کہا کہ میں نے علماءِ دیوبند اور خصوصاً مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابیں مواعظ اور ملفوظات سب پڑھے ہیں، جن کا میرے پاس اتنا بڑا ذخیرہ ہے کہ شاید بہت سے علماء دیوبند کے پاس بھی نہ ہو۔ ان سب کتابوں کو پڑھ کر میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اعتقادیات مثلاً علم غیب اور نور و بشر وغیرہ کے مسائل میں علماء دیوبند اور علماء بریلی کے درمیان جو اختلافات مشہور ہیں درحقیقت یہ صرف الفاظ اور تعبیر کا فرق ہے، حقیقی نزاع نہیں۔ مولانا اشرف علی تھانوی صاحب کی کتاب "حفظ الایمان" کی جس عبارت پر اعتراض تھا اب تو اس میں ترمیم شدہ عبارت شائع ہوگئی ہے جو مصنف ہی کی تحریر کردہ ہے اس کے بعد تو اس عبارت پر بھی کوئی نزاع کی وجہ باقی نہیں رہی۔ ان حالات میں میری خواہش ہے کہ میں اور آپ مل کر بیٹھیں اور دونوں مکاتب فکر کے درمیان جو غلط فہمیاں ہیں، دور کر کے اتفاق پیدا کرنے کی بھرپور کوشش کی جائے ورنہ پاکستان میں کبھی بھی اسلامی معاشرہ اور اسلامی حکومت قائم نہ ہو سکے گی اور عوام دونوں طرف کے علماء سے بیزار ہو کر لادینیت کے راستے پر چل پڑیں گے۔ جس کا آغاز ہو چکا ہے۔

میں نے کہا آپ نے تو میرے دل کی بات فرمائی ہے۔ اور اس سلسلے میں میری بریلوی حضرات علماء کرام میں سے مولانا مفتی محمد حسین نعیمی صاحب (لاہور) مولانا مصطفےٰ ازہری صاحب (دار العلوم امجدیہ کراچی) مولانا ظفر علی نعمانی صاحب (دار العلوم امجدیہ کراچی) سے بھی طویل بات چیت ہوئی ہے وہ بھی نظری طور پر اس سے متفق تھے۔

الحاصل مولانا محمد شفیع اوکاڑوی صاحب مرحوم نے مجھے اپنا ملاقاتی کارڈ دیا اور میں نے اپنا کارڈ ان کو دیا اور طے ہوا کہ:۔

پہلے مرحلے میں ہم دونوں کراچی میں ایک تفصیلی ملاقات کریں گے۔

دوسرے مرحلے میں۔ میں اپنے اور وہ اپنے رفقاء کے ساتھ بات کر کے ایک مشترک مجلس شوریٰ منعقد کریں گے اور لائحہ عمل مرتب کر کے دونوں طرف کے حضرات اپنے اپنے وسیع تر حلقے میں اس کام کو آگے بڑھائیں گے۔

تیسرے مرحلے میں ملک کے دونوں مکاتب فکر کے تمام چیدہ چیدہ علماء کرام کا ایک نمائندہ کنونشن منعقد کیا جائے گا جس میں پاکستان کے تمام علاقوں کے علماء کرام جمع ہوں گے اور اتحاد کا فارمولا سب کے اتفاق سے طے کر لیا جائے گا۔

اس ملاقات میں مولانا اوکاڑوی صاحب مرحوم نے ایک بات یہ بھی بار بار زور دے کر فرمائی کہ میرے بارے میں آپ کو یہ ضرور پہنچایا گیا ہوگا کہ میں نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر بزرگان دیوبند کے خلاف

اپنی تقریروں میں سخت کلامی کی ہے لیکن میں واضح کرنا چاہتا ہوں کہ ایسی باتیں مجھ سے ہوئی ضرور ہیں لیکن اتنی نہیں جتنی مشہور ہوگئی ہیں۔ اور اب میں اللہ کے حضور صدق دل سے توبہ کرچکا ہوں، کیونکہ میں جانتا ہوں کہ اگر ہم نے امت کو موجودہ افتراق سے نکالنے کی کوشش نہ کی تو آخرت میں ہم سے ضرور پوچھ ہوگی۔

مولانا مرحوم کی ساری گفتگو بہت امید افزا تھی۔ مجھے اس میں اخلاص نظر آیا۔ فرقہ واریت کے بڑھتے ہوئے اندھیروں میں روشنی کی یہ لکیر دیکھ کر، جو عرصۂ دراز کی تمناؤں اور کوششوں کی ناکامی کے بعد نظر آئی تھی، بہت ہی مسرت ہوئی۔

کراچی واپس آکر اپنے رفقاء اور بزرگوں سے اس کا ذکر کیا تو وہ بھی خوش ہوئے۔ ملاقات کا وقت طے کرنے کے لئے میں نے رابطہ کرنا چاہا تو اچانک اطلاع ملی کہ مولانا مرحوم اس دارِ فانی سے کوچ کرچکے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

ان کی وفات کے بعد میں نے یہ سارا واقعہ اختصار کے ساتھ ان کے صاحبزادے جناب مولانا کوکب نورانی صاحب کو بتایا اور درخواست کی کہ جو کام آپ کے والد صاحب کے پیشِ نظر تھا اس کے لئے قدم بڑھائیں تو ناچیز ان شاء اللہ پورا تعاون کرے گا۔ اس کے بعد ایک مرتبہ مولانا کوکب نورانی صاحب کچھ کتابوں کے سلسلے میں دارالعلوم کراچی تشریف بھی لائے اور دیگر مقامات پر ان سے سرسری انداز میں ملاقات بھی ہوتی رہی۔ بعض کتابوں کا باہمی تبادلہ بھی ہوا۔ لیکن افسوس ہے کہ اس سلسلے میں پیشرفت نہ ہوسکی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کیا بعید ہے کہ آئندہ کوئی صورت پیدا فرما کر امت کو اس افتراق و انتشار سے نجات عطا فرمائے۔ والسلام

محمد رفیع عثمانی عفی اللہ عنہ ۲۲/۴/۱۴۱۵ھ

حضرت مولانا مفتی محمد یوسف صاحب لدھیانوی کا ارشاد

بریلوی، دیوبندی اختلاف کے سلسلے میں حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی خلیفۂ مجاز حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ و حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمہ اللہ اپنی کتاب اختلاف امت و صراطِ مستقیم میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"میرے لئے دیوبندی، بریلوی اختلاف کا لفظ ہی موجب حیرت ہے۔ آپ سن چکے ہیں کہ شیعہ سُنّی اختلاف تو صحابۂ کرام کے ماننے یا نہ ماننے کے مسئلہ پر پیدا ہوا۔ اور حنفی، وہابی اختلاف ائمۂ ہُدیٰ کی پیروی کرنے نہ کرنے پر پیدا ہوا لیکن دیوبندی بریلوی اختلاف کی کوئی بنیاد میرے علم میں نہیں ہے۔ اس لئے کہ

یہ دونوں فریق امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ٹھیٹھ مقلد ہیں۔ عقائد میں دونوں فریق امام ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ اور امام ابومنصور ماتریدی رحمہ اللہ کو امام و مقتدا مانتے ہیں۔ تصوف و سلوک میں دونوں فریق اولیاء اللہ کے چاروں سلسلوں قادری، چشتی، سہروردی اور نقشبندی میں بیعت کرتے کراتے ہیں۔

الغرض یہ دونوں فریق اہل سنت والجماعت کے تمام اصول و فروع میں متفق ہیں۔ صحابہ و تابعین اور ائمہ مجتہدین کی عظمت کے قائل ہیں۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مقلد اور مجدد الف ثانی رحمہ اللہ اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ تک سب اکابر کے عقیدتمند ہیں۔ اور اکابر اولیاء اللہ کی کفش برداری کو سعادتِ دارین جانتے ہیں۔ اس لئے ان دونوں کے درمیان مجھے اختلاف کی کوئی صحیح بنیاد نظر نہیں آتی۔ اھ

اب ہم چند مختلف فیہ مسائل کے متعلق علماء دیوبند کے مطبوعہ عقائد پیش کرتے ہیں جس سے واضح ہو جائے گا کہ اکابر علماء دیوبند کا صحیح متفقہ مسلک و مشرب کیا ہے؟ ان کو پڑھ کر بریلوی حضرات کو بھی بدظنی ترک کر دینی چاہئے اور موجودہ دور کے بعض وہ دیوبندی جوان مسائل میں اکابر کا یہ متفقہ مسلک اختیار کرنا نہیں چاہتے بلکہ انکے مخالف ہیں اور نئے نئے فتنے بنا رہے ہیں، ان کو بھی یا تو امت کی فکر کرنی چاہئیے یا پھر اکابر دیوبند سے اپنی نسبت سے دستبردار ہونا چاہیئے بعض حضرات کا تشدد نیک نیتی سے بھی ہوتا ہے۔ ان کی خدمت میں عرض ہے کہ اپنے اکابرین کو گالیاں نہ دلوائیں اور فرق ضالہ، معتزلہ، خوارج، مودودی، منکرحیات مبارکہ اور منکرین تقلید و تصوف کی تائید کا باعث نہ بنیں۔ اور اپنے اکابر کے نام پر بٹہ نہ لگائیں اور ان کی ارواح مبارکہ کو اذیت نہ پہنچائیں۔ بلکہ فریقین کے درد مند اور مخلص حضرات مِلکر حقیقی فِرَقِ ضالہ کا مقابلہ کریں، کہ اتفاق میں برکت و قوت ہے۔

تمہید ختم ہوئی۔ اب مذکورہ بالا عربی رسالہ "المُهَنَّدُ عَلَى الْمُفَنَّدِ" سے سوال و جواب کے طور پر مسائل درج کرتے ہیں۔ (۱)

---

(۱) اس جگہ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب زید مجدہٗ نے "المهند علی المفند" سے صرف انہی چند سوالوں اور جوابوں کو نقل کیا ہے جو ہمارے اس زمانہ میں معرکۃ الآراء اور بے جا الزامات اور برصغیر کے مسلمانوں میں بُعد و افتراق کا اہم سبب ہیں۔ ورنہ اصل کتاب اس سے کافی بڑی ہے جو کہ بعض حجازی علماء کے سوالوں کے جواب میں علماء دیوبند کی طرف سے امام المحدثین، سید الفقہاء والمحققین، فخر الاولیاء والعالمین حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری قدس سرہ نے تحریر فرمائی۔ اور اس زمانہ کے تقریباً تمام ہی اکابر دیوبند نے اس پر موافقت و تائید میں دستخط فرمائے۔ اور اس وقت سے اب تک تمام ہی علماءِ دیوبند کا یہی متفقہ عقیدہ و مسلک چلا آرہا ہے۔ اب اس کے خلاف اگر کوئی شخص یا جماعت کوئی عقیدہ علماء دیوبند کی طرف منسوب کرے تو یہ اس کی ذاتی رائے شمار ہوگی، اکابر اولیاء و علماء دیوبند کا متفقہ عقیدہ و مسلک و مشرب وہی ہے جو المہند میں مذکور ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

ایھا العلماء الکرام والجھابذۃ العظام قد نسب الی ساحتکم الکریمۃ اناس عقائد الوھابیۃ قالوا باوراق ورسائل لا نعرف معانیھا لاختلاف اللسان فنرجوا ان تخبرونا بحقیقۃ الحال ومرادات المقال ونحن نسئلکم عن امور اشتھر فیھا خلاف الوھابیۃ عن اھل السنۃ والجماعۃ۔

اے علماء کرام اور سرداران عظام! تمہاری جانب چند لوگوں نے وہابی عقائد کی نسبت کی ہے۔ اور چند اوراق اور رسالے ایسے لائے جن کا مطلب غیر زبان ہونے کے سبب ہم نہیں سمجھ سکے اس لئے امید کرتے ہیں ہمیں حقیقت حال اور قول کی مراد سے مطلع کروگے۔ اور ہم تم سے چند امور ایسے دریافت کرتے ہیں جن میں وہابیہ کا اہل سنت والجماعت سے خلاف مشہور رہے۔

السؤال الاوّل والثانی

(۱) ما قولکم فی شدّ الرحال الی زیارۃ سیّد الکائنات علیہ افضل الصلوات والتحیات وعلیٰ اٰلہ وصحبہ۔

(۲) ای الامرین احب الیکم وافضل لدی اکابرکم للزائر ھل ینوی وقت الارتحال للزیارۃ زیارتہ علیہ السلام او ینوی المسجد ایضاً وقد قال الوھابیۃ ان المسافر الی المدینۃ لا ینوی الا المسجد النبوی۔

پہلا اور دوسرا سوال

کیا فرماتے ہو، شدِّ رحال میں سید الکائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کے لئے۔

تمہارے نزدیک اور تمہارے اکابر کے نزدیک ان دو باتوں میں کون امر پسندیدہ و افضل ہے کہ زیارت کرنے والا بوقتِ سفر زیارت خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی نیت کرے یا مسجد نبوی کی بھی۔ حالانکہ وہابیہ کا قول ہے کہ مسافر مدینہ منورہ کو صرف مسجدِ نبوی کی نیت سے سفر کرنا چاہیئے۔

الجواب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ومنه نستمد العون والتوفيق و بيده ازمة التحقيق۔

حامداً ومصلياً ومسلماً

ليعلم اولاً قبل ان نشرع في الجواب ان بحمد الله ومشائخنا رضوان الله عليهم اجمعين وجميع طائفتنا وجماعتنا مقلدون لقدوة الانام وذروة الاسلام امام الهمام الامام الاعظم ابی حنيفة النعمان رضی الله تعالیٰ عنه فی الفروع ومتبعون للامام الهمام ابی الحسن الاشعری والامام الهمام ابی منصور الماتريدی رضی الله عنهما فی الاعتقاد والاصول ومنتسبون من طرق الصوفية الی الطريقة العلية المنسوبة الی السادة النقشبندية والطريقة الزكية المنسوبة الی السادة الجشتية والی الطريقة البهية المنسوبة الی السادة القادرية والی الطريقة المرضية المنسوبة الی السادة السهروردية رضی الله عنهم اجمعين

جواب

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان، رحم والا اور اسی سے مدد اور توفیق درکار ہے۔ اور اسی کے قبضہ میں ہیں تحقیق کی باگیں۔

حمد و صلوٰۃ و سلام کے بعد

اس سے پہلے کہ ہم جواب شروع کریں جاننا چاہیئے کہ ہم اور ہمارے مشائخ اور ہماری ساری جماعت بحمد اللہ فروعات میں مقلد ہیں مقتدائے خلق حضرت امام ہمام امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اور اصول و اعتقادیات میں پیرو ہیں امام ابو الحسن اشعری اور امام ابو منصور ماتریدی رضی اللہ عنہما کے۔ اور طریقہائے صوفیہ میں ہم کو انتساب حاصل ہے سلسلۂ عالیہ حضرات نقشبندیہ اور طریقۂ زکیہ مشائخ چشت، اور سلسلۂ بہیہ حضرات قادریہ اور طریقۂ مرضیہ مشائخ سہروردیہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ۔

توضيح الجواب

عندنا وعند مشائخنا زيارة قبر سيد المرسلين (روحی فداه) من اعظم القربات

جواب کی توضیح

ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک زیارت قبر سید المرسلین (ہماری جان آپ پر قربان)

واهم المثوبات وانجح لنيل الدرجات
بل قريبة من الواجبات وان كان
حصوله بشدّ الرحال وبذل المهج
والاموال وينوى وقت الارتحال
زيارة عليه الف الف تحيّة وسلام
وينوى معها زيارة مسجده صلى الله
عليه وسلم وغيره من البقاع و
المشاهد الشريفة بل الاولى ما قال
العلامة الهمام ابن الهمام ان يجرّد
النيّة لزيارة قبره عليه الصلوٰة و
السلام ثم يحصل له اذا قدم زيارة
المسجد لان فى ذلك زيادة تعظيمه و
اجلاله صلى الله عليه وسلم ويوافقه
قوله صلى الله عليه وسلم من جاءنى
زائرا لا تحمله حاجة الا زيارتى كان
حقًّا علىّ ان اكون شفيعا له يوم القيٰمة
وكذا نقل عن العارف السامى الملّا جامى
انه افرز الزيارة عن الحجّ وهو اقرب
الى مذهب المحبّين واما ما قالت
الوهابية من ان المسافر الى المدينة
المنورة على ساكنها الف الف تحية لا
ينوى الا المسجد الشريف استدلالًا
بقوله عليه الصلوٰة والسلام لا تشدّ
الرحال الا الى ثلثة مساجد فمردود
لان الحديث لا يدلّ على المنع اصلًا
بل لو تامله ذو فهم ثاقب لعلم انّه

اعلیٰ درجہ کی قربت اور نہایت ثواب اور سبب
حصولِ درجات ہے بلکہ واجب کے قریب ہے
گو شدِّ رحال اور بذلِ جان و مال سے نصیب ہو
اور سفر کے وقت آپ کی زیارت کی نیّت کرے
اور ساتھ میں مسجدِ نبوی اور دیگر مقامات و
زیارتگاہ ہائے متبرکہ کی بھی نیّت کرے۔ بلکہ
بہتر یہ ہے کہ جو علامہ ابنِ ہمام نے فرمایا ہے
کہ خالص قبر شریف کی زیارت کی نیت کرے
پھر جب وہاں حاضر ہوگا تو مسجدِ نبوی کی بھی
زیارت حاصل ہو جائے گی۔ اس صورت میں
جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم زیادہ
ہے اور اس کی موافقت خود حضرت کے ارشاد
سے ہو رہی ہے کہ جو میری زیارت کو آیا کہ
میری زیارت کے سوا کوئی حاجت اس کو نہ
لائی ہو تو مجھ پر حق ہے کہ قیامت کے دن
اس کا شفیع بنوں۔ اور ایسا ہی عارف ملّا جامی
سے منقول ہے کہ انہوں نے زیارت کے
لئے حج سے علیحدہ سفر کیا۔ اور یہی طرز
مذہبِ عشاق سے زیادہ ملتا ہے۔ اب رہا
وہابیہ کا یہ کہنا کہ مدینہ منورہ کی جانب سفر
کرنے والے کو صرف مسجد نبوی کی نیت کرنی
چاہیئے۔ اور اس قول پر اس حدیث کو دلیل
لانا کہ کجاوے نہ کسے جاویں مگر تین مسجدوں کی
جانب تو یہ استدلال مردود ہے اس لئے کہ
حدیث کہیں بھی ممانعت پر دلالت نہیں کرتی
بلکہ صاحبِ فہم اگر غور کرے تو یہی حدیث

بدلالة النص يدل على الجواز فان العلة التى استثنى بها المساجد الثلثة من عموم المساجد او البقاع هو فضلها المختص بها وهو مع الزيادة موجود فى البقعة الشريفة فان البقعة الشريفة والرحبة المنيفة التى ضم اعضائه صلى الله عليه وسلم افضل مطلقا حتى من الكعبة ومن العرش والكرسى كما صرح به فقهاءنا رضى الله عنهم ولما استثنى المساجد لذلك الفضل الخاص فاولى ثم اولى ان يستثنى البقعة المباركة لذلك الفضل العام وقد صرح بالمسئلة كما ذكرناه بل بابسط منها شيخنا العلامة شمس العلماء العاملين مولانا رشيد احمد الجنجوهى قدس الله سره العزيز فى رسالته زبدة المناسك فى فضل زيارة المدينة المنورة وقد طبعت مرارا وايضا فى هذا المبحث الشريف رسالة لشيخ مشائخنا مولانا المفتى صدر الدين الدهلوى قدس الله سره العزيز اقام فيها الطامة الكبرى على الوهابية ومن وافقهم واتى ببراهين قاطعة وحجج ساطعة سماها احسن المقال فى شرح حديث لا تشد الرحال طبعت واشتهرت فليرجع اليها والله تعالى اعلم۔

بدلالت النص جواز پر دلالت کرتی ہے کیونکہ جو علت مساجد کے دیگر مسجدوں اور مقامات سے مستثنیٰ ہونے کی قرار پائی ہے وہ ان مساجد کی فضیلت ہی تو ہے! اور یہ فضیلت زیادتی کے ساتھ بقعۂ شریفہ میں موجود ہے۔ اس لئے کہ وہ حصۂ زمین جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعضاءِ مبارکہ کو مس کئے ہوئے ہے علی الاطلاق افضل ہے یہاں تک کہ کعبہ اور عرش و کرسی سے بھی افضل ہے۔ چنانچہ فقہاء نے اس کی تصریح فرمائی ہے اور جب فضیلت خاصہ کی وجہ سے تین مسجدیں عمومِ نہی سے مستثنیٰ ہوگئیں تو بدرجہا اولیٰ ہے کہ بقعۂ مبارکہ فضیلتِ عامہ کے سبب مستثنیٰ ہو۔ ہمارے بیان کے موافق بلکہ اس سے بھی زیادہ بسط کے ساتھ اس مسئلہ کی تصریح ہمارے شیخ شمس العلماء مولانا مولوی رشید احمد گنگوہی قدس سرہٗ نے اپنے رسالہ "زُبدۃُ المناسک" کی فصل زیارتِ مدینۂ منورہ میں فرمائی ہے جو بارہا طبع ہو چکا ہے۔ نیز اسی مبحث میں ہمارے شیخ المشائخ مفتی صدر الدین دہلوی قدس سرہٗ کا ایک رسالہ تصنیف کیا ہوا ہے جس میں مولانا نے وہابیہ اور ان کے موافقین پر قیامت ڈھا دی اور بیخ کن دلائل ذکر فرمائے ہیں۔ اس کا نام "احسن المقال فی شرح حدیث لا تُشَدُّ الرِّحَال" ہے۔ وہ طبع ہو کر مشتہر ہو چکا ہے اس کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ (۱)

(۱) (نوٹ) اس مسئلہ کی مزید تفصیل دیگر اکابر علماء دیوبند کے ارشادات سے کتاب "العطور المجموعہ" میں ملاحظہ فرمائیں۔

السؤال الثالث والرابع

(۳) هل للرجل ان يتوسل فی دعواته بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد الوفاۃ ام لا؟

(۴) ایجوز التوسل عندکم بالسلف الصالحین من الانبیاء والصدیقین والشہداء واولیاء رب العلمین ام لا؟

تیسرا اور چوتھا سوال

کیا وفات کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا توسل لینا دعاؤں میں جائز ہے یا نہیں؟

کیا تمہارے نزدیک سلفِ صالحین یعنی انبیاء صدیقین اور شہداء اور اولیاء اللہ کا توسل بھی جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب

عندنا وعند مشائخنا یجوز التوسل فی الدعوات بالانبیاء والصالحین من الاولیاء والشہداء والصدیقین فی حیٰوتہم وبعد وفاتہم بان یقول فی دعائہ اللّٰھم انی اتوسل الیک بفلان ان تجیب دعوتی وتقضی حاجتی الی غیر ذٰلک کما صرح بہ شیخنا ومولانا الشاہ محمد اسحٰق الدھلوی ثم المھاجر المکی ثم بیّنہ فی فتاواہ شیخنا ومولانا رشید احمد الجنجوھی رحمۃ اللہ علیہما وفی ھذا الزمان شائعۃ مستفیضۃ بایدی الناس وھذہ المسئلۃ مذکورۃ علی صفحۃ ۹۳ من الجلد الاول منھا فلیراجع الیھا من شاء۔

جواب

ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک دعاؤں میں انبیاء و صلحاء اور اولیاء و شہداء و صدیقین کا توسل جائز ہے ان کی حیات میں بھی اور بعد وفات بھی۔ بایں طور کہ کہے یا اللہ میں بوسیلہ فلاں بزرگ کے تجھ سے دعا کی قبولیت اور حاجت برآری چاہتا ہوں۔ اسی جیسے اور کلمات کہے۔ چنانچہ اس کی تصریح فرمائی ہے ہمارے شیخ مولانا شاہ محمد اسحاق دہلوی ثم المکی نے، پھر مولانا رشید احمد گنگوہی نے بھی اپنے فتاوی میں اس کو بیان فرمایا ہے جو چھپا ہوا آج کل لوگوں کے ہاتھوں میں موجود ہے۔ اور یہ مسئلہ اس کی پہلی جلد کے صفحہ ۹۳ پر مذکور ہے۔ جس کا جی چاہے اسے دیکھ سکتا ہے۔

(نوٹ) سوال نمبر ۳، ۴، ۵ کے جواب کی مزید تفصیل اکابر علماء دیوبند کے ارشادات سے کتاب "العطور المجموعہ" میں ملاحظہ فرمائیں۔

السُّؤال الخَامِسُ

(۵) ما قولکم فی حیوٰۃ النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام فی قبرہ الشریف ھل ذلك امر مخصوص به ام مثل سائر المؤمنین رحمة الله علیھم حیوته برزخیة ؟

الجواب

عندنا وعند مشائخنا حضرة الرسالة صلی الله علیه وسلم حیّ فی قبرہ الشریف وحیوته صلی الله علیه وسلم دنیویّة من غیر تکلیف وھی مختصّة به صلی الله علیه وسلم وبجمیع الانبیاء صلوات الله علیھم والشھداء لا برزخیّة کما ھی حاصلة لسائر المؤمنین بل لجمیع الناس کما نصّ علیه العلّامة السیوطی فی رسالته اَنباءُ الاذکیاء بحیوٰۃ الانبیاءِ حیث قال قال الشیخ تقی الدین السبکی حیوٰۃ الانبیاء و الشھداء فی القبر کحیوٰتھم فی الدنیا ویشھد له صلوٰۃ موسٰی علیه السلام فی قبرہ فان الصلوٰۃ تستدعی جسداً حیًّا الٰی اٰخر ما قال فثبت بھذا انّ حیوته دنیویة برزخیّة لکونھا فی عالم البرزخ ولشیخنا شمس الاسلام والدین محمد قاسم۔ قاسم العلوم علی

پانچواں سوال

کیا فرماتے ہو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر میں حیات کے متعلق کہ کوئی خاص حیات آپ کو حاصل ہے۔ یا عام مسلمانوں کی طرح آپ کی حیات ہے۔

جواب

ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں۔ اور آپ کی حیات دنیا کی سی ہے۔ بلا مکلّف ہونے کے۔ اور یہ حیات مخصوص ہے آنحضرتؐ اور تمام انبیاء علیہم السلام اور شہداء کے ساتھ۔ برزخی نہیں ہے، جو حاصل ہے تمام مسلمانوں بلکہ سب آدمیوں کو۔ چنانچہ علامہ سیوطیؒ نے اپنے رسالہ اَنباءُ الاذکیاء بحیوٰۃ الانبیاءِ میں بتصریح لکھا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ علامہ تقی الدین سبکیؒ نے فرمایا ہے کہ انبیاء و شہداء کی قبر میں حیوٰۃ ایسی ہے جیسی دنیا میں تھی۔ اور موسٰی علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا اس کی دلیل ہے۔ کیونکہ نماز زندہ جسم کو چاہتی ہے الخ پس اس سے ثابت ہوا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات دنیوی ہے اور اس معنی کو برزخی بھی کہ عالم برزخ میں حاصل ہے۔ اور ہمارے شیخ مولانا محمد قاسم صاحب قدس سرہٗ کا اس مبحث میں

المستفيدين قدس سره العزيز فی هذه المبحث رسالة مستقلة دقيقة الماخذ بديعة المسلك لم يرمثلها قد طبعت و شاعت فی الناس و اسمها "آبِ حيات" ای ماء الحيٰوة

ایک مستقل رسالہ بھی ہے۔ نہایت دقیق اور انوکھے طرز کا بے مثل۔ جو طبع ہو کر لوگوں میں شائع ہو چکا ہے۔ اس کا نام "آبِ حیات" ہے۔

السوال السادس

چھٹا سوال

(٦) هل للداعی فی المسجد النبویّ ان يجعل وجهه الی القبر المنيف و يسئل من المولی الجليل متوسّلا بنبيه الفخيم النبيل۔

کیا جائز ہے مسجدِ نبوی میں دعا کرنیوالے کو بہ صورت کہ قبر شریف کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو۔ اور حضرت کا واسطہ دے کر حق تعالٰے سے دعا مانگے؟

الجواب

جواب

اختلف الفقهاء فی ذلك كما ذكره الملا علی قاری رحمه الله تعالیٰ فی المسلك المنقسط فقال ثم اعلم انه ذكر بعض مشائخنا كابی الليث ومن تبعه كالكرمانی والسروجی انه يقف الزائر مستقبل القبلة كذا ذكره الحسن عن ابی حنيفة رضی الله عنهما ثم نقل عن ابن الهمام بان ما نقل عن ابی الليث مردود بما روی ابوحنيفة عن ابن عمر رضی الله عنه انه قال من السنة ان تاتی قبر رسول الله صلی الله عليه وسلم فتستقبل القبر بوجهك ثم

اس میں فقہاء کا اختلاف ہے جیسا کہ ملا علی قاری نے مسلک منقسط میں ذکر کیا ہے فرماتے ہیں معلوم کرو کہ ہمارے بعض مشائخ ابو اللیث اور ان کے پیرو کرمانی و سروجی وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ زیارت کرنے والے کو قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہونا چاہیے جیسا کہ امام حسن نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ اس کے بعد ابن ہمام سے نقل کیا ہے کہ ابو اللیث کی روایت نامقبول ہے۔ اس لئے کہ امام ابو حنیفہؒ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ سنت یہ ہے کہ جب تم قبر شریف پر حاضر ہو تو قبر مطہر کی طرف منہ کر کے اس طرح کہو

تقول" السلام عليك ايها النبى و رحمة الله وبركاته ثم ايّده بروایة اخرٰى اخرجها مجد الدين اللغوى عن ابن المبارك قال سمعت اباحنيفة يقول قدم ابو ايوب السختيانی وانا بالمدينة فقلت لانظرن مايصنع فجعل ظهره ممايلى القبلة ووجهه مما يلى وجه رسول الله صلى الله عليه وسلم وبكى غيرمتباك فقام مقام فقيه ثم قال العلامة القارى بعد نقله وفيه تنبيه على ان هذا هومختار الامام بعد ما كان مترددا فى مقام المرام ثم الجمع بين الروايتين ممكن الخ كلام الشريف فظهر بهذا انه يجوز كِلَا الامرين لكن المختار ان يستقبل وقت الزيارة مما يلى وجهه الشريف صلى الله عليه وسلم وهوالماخوذ به عندنا وعليه عملنا و عمل مشائخنا وهكذا الحكم فى الدعاء كمارٰوى عن مالك رحمه الله تعالىٰ لما ساله بعض الخلفاء وقد صرح به مولانا الجنجوهیؒ فی رسالته" زبدة المناسك واما مسئلة التوسل فقد مرّت۔

"آپ پر سلام نازل ہولے نبی اور اللہ تعالیٰ کی رحمت و برکات نازل ہوں۔ پھر اس کی تائید میں دوسری روایت لائے ہیں جس کو مجد الدین لغوی نے ابن المبارک سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں میں نے امام ابوحنیفہ رح کو اس طرح فرماتے سنا کہ جب ابوایوب سختیانی مدینہ منورہ میں آئے تو میں وہیں تھا میں نے کہا میں ضرور دیکھوں گا یہ کیا کرتے ہیں۔ سوانہوں نے قبلہ کی طرف پشت کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کی طرف اپنا منہ کیا۔ اور بلا تصنع روئے تو بڑے فقیہہ کی طرح قیام کیا پھر اس کو نقل کرکے علامہ قاری فرماتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہی صورت امام صاحب کی پسند کردہ ہے ہاں پہلے ان کو تردد تھا۔ پھر علامہ نے یہ بھی کہا کہ دونوں روایتوں میں تطبیق ممکن ہے الخ غرض اس سے ظاہر ہوگیا کہ جائز دونوں صورتیں ہیں مگر اولیٰ یہی ہے کہ زیارت کے وقت چہرۂ مبارک کی طرف منہ کرکے کھڑا ہونا چاہیئے اور یہی ہمارے نزدیک معتبر ہے اور اسی پر ہمارا اور ہمارے مشائخ کا عمل ہے۔ اور یہی حکم دعا مانگنے کا ہے جیسا کہ امام مالک سے مروی ہے جب کہ ان کے کسی خلیفہ نے ان سے مسئلہ دریافت کیا تھا۔ اور اس کی تصریح مولانا گنگوہی رح اپنے رسالہ "زبدۃ المناسک" میں کرچکے ہیں۔ اور توسل کا مسئلہ ابھی گذرچکا ہے۔

السؤال السابع

(۷) ما قولكم في تكثير الصلوٰة على النبي صلی الله علیه وسلم وقراءة دلائل الخیرات والاوراد۔

الجواب

یستحب عندنا تکثیر الصلوٰة علی النبی صلی الله علیه وسلم وهو من ارجی الطاعات واحب المندوبات سواء كان بقراءة الدلائل والاوراد الصلوٰتیة المؤلفة في ذلك او بغیرها ولكن الافضل عندنا ما صح بلفظه صلی الله علیه وسلم ولو صلی بغیر ما ورد عنه صلی الله علیه وسلم لم یخل عن الفضل و یستحق بشارة من صلی علی صلوٰة صلی الله علیه عشرا وكان شیخنا العلامة الجنجوهي یقرء الدلائل وكذلك المشائخ الأخر من ساداتنا وقد كتب في ارشاداته مولانا و مرشدنا قطب العالم حضرة الحاج امداد الله قدس الله سره العزیز وامر اصحابه بان وكانوا یروون الدلائل روایة وكان یجیز اصحابه بالدلائل مولانا الجنجوهي رحمة الله علیه۔

ساتواں سوال

کیا فرماتے ہو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بکثرت درود بھیجنے اور دلائل الخیرات اور دیگر اوراد کے پڑھنے کی بابت۔

جواب

ہمارے نزدیک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف کی کثرت مستحب اور نہایت موجب اجر و ثواب طاعت ہے۔ خواہ دلائل الخیرات پڑھ کر ہو یا درود شریف کے دیگر رسائل مؤلفہ کی تلاوت سے ہو۔ لیکن افضل ہمارے نزدیک وہ درود ہے جس کے لفظ بھی حضرت سے منقول ہیں۔ گو غیر منقول کا پڑھنا بھی فضیلت سے خالی نہیں اور اس بشارت کا مستحق ہو ہی جائیگا کہ جس نے مجھ پر ایک بار درود پڑھا۔ حق تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت بھیجے گا۔ خود ہمارے شیخ حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ اور دیگر مشائخ دلائل الخیرات پڑھا کرتے تھے۔

اور ہمارے مرشد قطب العالم حضرت مولانا حاجی امداد اللہ شاہ مہاجر مکی قدس سرہ نے اپنے ارشادات میں تحریر فرما کر مریدین کو امر بھی کیا ہے کہ دلائل کا ورد بھی رکھیں اور ہمارے مشائخ ہمیشہ دلائل کو روایت کرتے رہے ہیں اور مولانا گنگوہی بھی اپنے مریدین کو اجازت دیتے رہے۔

السؤال الثامن والتاسع والعاشر

[۸، ۹، ۱۰] هل يصح لرجل ان يقلد احدا من الائمة الاربعة فی جميع الاصول والفروع ام لا وعلی تقدير الصحة هل هو مستحب ام واجب ومن تقلدون من الائمة فروعا واصولا۔

آٹھواں نواں اور دسواں سوال

تمام اصول وفروع میں چاروں اماموں میں سے کسی ایک امام کا مقلد بن جانا درست ہے یا نہیں؟ اور اگر درست ہے تو مستحب ہے یا واجب؟ اور تم کس امام کے مقلد ہو۔

الجواب

لابد للرجل فی هذا الزمان ان يقلد احدا من الائمة الاربعة رضی الله تعالیٰ عنهم بل يجب فانا جربنا كثيرا ان مآل ترك تقليد الائمة واتباع رای نفسه وهواها السقوط فی حفرة الالحاد والزندقة اعاذنا الله منها ولاجل ذلك نحن ومشائخنا مقلدون فی الاصول والفروع لامام المسلمين ابی حنيفة رضی الله تعالیٰ عنه اماتنا الله عليه وحشرنا فی زمرته ولمشائخنا فی ذلك تصانيف عديدة شاعت و اشتهرت فی الآفاق۔

جواب

اس زمانہ میں نہایت ضروری ہے کہ چاروں اماموں میں سے کسی ایک کی تقلید کی جائے بلکہ واجب ہے۔ کیونکہ ہم نے تجربہ کیا ہے کہ ائمہ کی تقلید چھوڑنے اور اپنے نفس و ہوا کے اتباع کرنے کا انجام الحاد وزندقہ کے گڑھے میں جا گرنا ہے۔ اللہ پناہ میں رکھے اور یہی وجہ ہم اور ہمارے مشائخ تمام اصول وفروع میں امام المسلمین ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے مقلد ہیں۔ خدا کرے اسی پر ہماری موت ہو۔ اور اسی زمرہ میں ہمارا حشر ہو۔ اور اس بحث میں ہمارے مشائخ کی بہترین تصانیف دنیا میں مشتہر وشائع ہو چکی ہیں۔

السؤال الحادی عشر

(۱۱) وهل يجوز عندكم الاشتغال باشغال الصوفية وبيعتهم وهل تقولون بصحة وصول الفيض الباطنية عن

گیارہواں سوال

کیا صوفیہ کے اشغال میں مشغول اور ان سے بیعت ہونا تمہارے نزدیک جائز اور اکابر کے سینہ اور قبر کے باطنی فیضان پہنچنے کے تم قائل ہو

صدور الاکابر و قبورهم وهل یستفید اهل السلوک من روحانیة المشائخ الاجلة ام لا۔

الجواب

یستحب عندنا اذا فرغ الانسان من تصحیح العقائد و تحصیل المسائل الضروریة من الشرع ان یبایع شیخا راسخ القدم فی الشریعة زاهدًا فی الدنیا راغبًا فی الاخرة قد قطع عقبات النفس وتمرن فی المنجیات وتبتل عن المهلکات کاملا مکملا ویضع یده فی یده ویحبس نظره فی نظره ویشتغل باشغال الصوفیة من الذکر والفکر والفناء الکلی فیه و یکتسب النسبة التی هی النعمة العظمی والغنیمة الکبری وهی المعبر عنها بلسان الشرع بالاحسان و اما من لم یتیسر له ذلک ولم یقدر له ما هنالک فیکفیه الانسلاک بسلکهم و الانخراط فی حزبهم فقد قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم المرء مع من احب اولئک قوم لا یشقی جلیسهم وبحمد اللہ تعالی وحسن انعامه نحن ومشائخنا قد دخلوا فی بیعتهم واشتغلوا باشغالهم وقصدوا للارشاد والتلقین والحمد للہ علی ذلک واما الاستفادة من روحانیة

یا نہیں اور مشائخ کی روحانیت سے اہلِ سلوک کو نفع پہنچتا ہے یا نہیں۔

جواب

ہمارے نزدیک مستحب ہے کہ انسان جب عقائد کی درستی اور شرع کے مسائلِ ضروریہ کی تحصیل سے فارغ ہو جاوے تو ایسے شیخ سے بیعت ہو جو شریعت میں راسخ القدم ہو، دنیا سے بے رغبت ہو، آخرت کا طالب ہو۔ نفس کی گھاٹیوں کو طے کر چکا ہو، خوگر ہو نجات دہندہ اعمال کا۔ اور علیحدہ ہو تباہ کن افعال سے۔ خود بھی کامل ہو اور دوسروں کو بھی کامل بنا سکتا ہو۔ ایسے مرشد کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر اپنی نظر اس کی نظر میں مقصور رکھے۔ اور صوفیہ کے اشغال یعنی ذکر و فکر اور اس میں فنائے تام کے ساتھ مشغول ہو اور اس نسبت کا اکتساب کرے جو نعمتِ عظمٰی اور غنیمتِ کبریٰ ہے۔ جس کو شرع میں احسان کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے۔ اور جس کو یہ نعمت میسر نہ ہو اور یہاں تک نہ پہنچ سکے اس کو بزرگوں کے سلسلہ میں شامل ہو جانا ہی کافی ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آدمی اس کے ساتھ ہے جس کے ساتھ اسے محبت ہو وہ ایسے لوگ ہیں جن کے پاس بیٹھنے والا محروم نہیں رہ سکتا اور بحمد اللہ ہم اور ہمارے مشائخ ان حضرات کی بیعت میں داخل اور ان کے اشغال کے شاغل اور ارشاد و تلقین کے درپے رہے ہیں۔ والحمد للہ

المشائخ الاجلة ووصول الفيوض الباطنية من صدورهما وقبورهم فيصح على الطريقة المعروفة فی اھلھا وخواصها لا بما ھو شائع فی العوام۔

علی ذلک۔ اب رہا مشائخ کی روحانیت سے استفادہ اور ان کے سینوں اور قبروں سے باطنی فیوض پہنچنا سو بیشک صحیح ہے مگر اس طریق سے جو اس کے اہل اور خواص کو معلوم ہے نہ کہ اس طرز سے جو عوام میں رائج ہے۔

السؤال الخامس عشر

(۱۵) هل ترون احدا افضل من النبي صلى الله عليه وسلم من الكائنات؟

پندرہواں سوال

کیا تمہاری رائے یہ ہے کہ مخلوق میں سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی کوئی افضل ہے؟

الجواب

اعتقادنا واعتقاد مشائخنا ان سيدنا ومولانا حبيبنا وشفيعنا محمدا رسول الله صلى الله عليه وسلم افضل الخلائق كافة وخيرهم عند الله تعالى لا يساويه احد بل ولا يدانيه صلى الله عليه وسلم فی القرب من الله تعالى والمنزلة الرفيعة عنده وهو سيد الانبياء والمرسلين وخاتم الاصفياء والنبيين كما ثبت بالنصوص وهو الذی نعتقده وندين وقد صرح به مشائخنا فی كثير من التصانيف۔

جواب

ہمارا اور ہمارے مشائخ کا عقیدہ یہ ہے کہ سیدنا ومولانا وحبیبنا وشفیعنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمامی مخلوق سے افضل اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بہتر ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے قرب ومنزلت میں کوئی شخص آپ کے برابر تو کیا، قریب بھی نہیں ہوسکتا۔ آپ سردار ہیں جملہ انبیاء اور رسل کے اور خاتم ہیں سارے برگزیدہ گروہ کے۔ جیسا کہ نصوص سے ثابت ہے اور یہی ہمارا عقیدہ ہے اور یہی دین و ایمان رکھتے ہیں۔ اس کی تصریح ہمارے مشائخ بہتری تصانیف میں کرچکے ہیں۔ (۱)

---

(۱) (نوٹ) سوالِ بالا کے متعلق علماء دیوبند کے اقوال کی روشنی میں مزید مختصر چند سطروں کا اضافہ کیا جاتا ہے ساری مخلوق میں اللہ جل شانہ کے حبیب ومحبوب سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کتاب وسنت کی روشنی میں علماءِ دیوبند کا جو عقیدہ ہے جس سے اُن کی تصانیف پر ہیں، اس کو مختصر الفاظ میں محدث العصر، حافظ وقت، جامع شریعت وطریقت حضرت علامہ انور شاہ کشمیری شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند

باقی حاشیہ صفحہ ۷۴ پر

السؤال الواحد والعشرون

(۲۱) اتقولون ان ذکر ولادته صلی اللہ علیہ وسلم مستقبح شرعاً من البدعات السیئۃ المحرمۃ ام غیر ذلك۔

الجواب

حاشا ان یقول احد من المسلمین فضلاً ان نقول نحن ان ذکر ولادته الشریفة علیه الصلوٰۃ والسلام بل و ذکر غبار نعاله وبول حماره صلی اللہ علیه وسلم مستقبح من البدعات السیئة المحرمة فالاحوال التی لها ادنیٰ تعلق برسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ذکرها من احب المندوبات واعلی المستحبات عندنا سواء کان ذکر ولادته الشریفة او ذکر بوله وبرازه وقیامه وقعوده و نومه ونبهته کما هو مصرح فی رسالتنا المسماۃ بالبراهین القاطعة فی مواضع شتّٰی منها وفی فتاوی مشائخنا رحمهم اللہ تعالیٰ کما فی فتوی مولانا احمد علی المحدّث السهارنفوری تلمیذ الشاہ محمد اسحٰق الدهلوی ثم المهاجر المکی ننقله مترجمًا

اکیسواں سوال

کیا تم اس کے قائل ہو کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکرِ ولادت شرعًا قبیح اور بدعاتِ سیّئہ سے ہے جو کہ حرام ہے یا اور کچھ۔

جواب

حاشا کہ ہم تو کیا کوئی بھی مسلمان ایسا نہیں ہے کہ آنحضرتؐ کی ولادتِ شریفہ کا ذکر بلکہ آپؐ کی جوتیوں کے غبار اور آپ کی سواری کے گدھے کے پیشاب کا تذکرہ بھی قبیح و بدعتِ سیّئہ یا حرام کہے وہ جملہ حالات جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذرا سا بھی علاقہ ہے ان کا ذکر ہمارے نزدیک نہایت پسندیدہ اور اعلیٰ درجہ کا مستحب ہے خواہ ذکرِ ولادتِ شریفہ ہو یا آپ کے بول و براز نشست و برخاست اور بیداری و خواب کا تذکرہ ہو۔ جیسا کہ ہمارے رسالہ براہینِ قاطعہ میں متعدد جگہ بصراحت مذکور اور ہمارے مشائخ کے فتاویٰ میں مسطور ہے۔ چنانچہ شاہ محمد اسحٰق صاحب دہلوی مہاجرِ مکی کے شاگرد مولانا احمد علی محدث سہارنپوری کا فتویٰ عربی میں ترجمہ کرکے ہم نقل کرتے ہیں تاکہ سب کی تحریرات کا نمونہ بن جائے۔ مولانا سے کسی نے سوال کیا تھا کہ مجلسِ

مقیاس الحنفیت[?] ... از ... ۴۳۰
ودامجیل واستاذ المحدثین رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ :-
"آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حبیب و محبوب، اوّل الخلق و سید الخلائق، افضل الخلق، احب الخلق و اکمل الخلق مستغاث الخلق لولاک لما خلقتُ الافلاک کے مصداق ہیں۔"

لتكون نمونة عن الجميع سئل هو رحمه
الله تعالى عن مجلس الميلاد باى طريق
يجوز وباى طريق لا يجوز فاجاب بان
ذكر الولادة الشريفة لسيدنا رسول
الله صلى الله عليه وسلم بروايات صحيحة
فى اوقات خالية عن وظائف العبادات
الواجبات وبكيفيات لم تكن مخالفة عن
طريقة الصحابة واهل القرون الثلثة
المشهود لها بالخير وبالاعتقادات التى
موهمة بالشرك والبدعة وبالأداب
التى هى مصداق قوله عليه السلام ما
انا عليه واصحابى وفى مجالس خالية عن
المنكرات الشرعية موجب للخير والبركة
بشرط ان يكون مقرونا بصدق النية
والاخلاص واعتقاد كونه داخلا فى جملة
الاذكار الحسنة المندوبة غير مقيد بوقت
من الاوقات فاذا كان كذلك لا نعلم
احدا من المسلمين ان يحكم عليه بكونه
غير مشروع او بدعة الى أخر الفتوى
فعلم من هذا انا لا ننكر ذكر ولادته
الشريفة بل ننكر على الامور المنكرة التى
انضمت معها كماشفتموها فى المجالس
المولودية التى فى الهند من ذكر الروايات
الواهيات الموضوعة واختلاط الرجال و
النساء والاسراف فى ايقاد الشموع و
التزيينات واعتقاد كونه واجبا بالطعن و
السب والتكفير على من لم يحضر معهم مجلسهم

میلاد شریف کس طریقہ سے جائز ہے اور کس
طریقے سے ناجائز. تو مولانا نے اس کو جواب
لکھا کہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت
شریف کا ذکر صحیح روایات سے ان اوقات میں
جو عباداتِ واجبہ سے خالی ہوں، ان کیفیات
سے جو صحابۂ کرام اور ان اہل قرونِ ثلاثہ کے طریقے
کے خلاف نہ ہوں جن کے خیر ہونے کی شہادت
حضرت نے دی ہے ان عقیدوں سے جو شرک
و بدعت کے موہم نہ ہوں، ان آداب کے ساتھ
جو صحابہؓ کی اس سیرت کے مخالف نہ ہوں، جو
حضرتؐ کے ارشاد ما انا علیہ واصحابی کے مصداق
ہے ان مجالس میں جو منکراتِ شرعیہ سے خالی
ہوں، بسبب خیر و برکت ہے. بشرطیکہ صدقِ
نیت اور اخلاص اور اس عقیدہ سے کیا جاوے
کہ یہ بھی منجملہ دیگر اذکارِ حسنہ کے ذکرِ حسن ہے
کسی وقت کے ساتھ مخصوص نہ ہو۔ پس جب
ایسا ہوگا تو ہمارے علم میں کوئی مسلمان بھی اس
کے ناجائز یا بدعت ہونے کا حکم نہ دے گا۔ الخ
اس سے معلوم ہوگیا کہ ہم ولادتِ شریفہ کے ذکر کے
منکر نہیں بلکہ ان ناجائز امور کے منکر ہیں جو اس
کے ساتھ مل گئے ہیں۔ جیسا کہ ہندوستان کے
مولودی مجلسوں میں آپ نے خود دیکھا ہے کہ
واہیات موضوع روایات بیان ہوتی ہیں۔ اور
مردوں اور عورتوں کا اختلاط ہوتا ہے چراغوں
کے روشن کرنے اور دوسری آرائشوں میں فضول
خرچی ہوتی ہے اور اس مجلس کو واجب سمجھ کر
جو شامل نہ ہوں ان پر طعن و تکفیر ہوتی ہے اس

وغیرھا من المنکرات الشرعیۃ التی لا یکاد یوجد خالیا منھا فلو خلا من المنکرات حاشا ان نقول ان ذکر الولادۃ الشریفۃ منکر وبدعۃ وکیف یظن بمسلم ھذا القول الشنیع فھذا القول علینا ایضًا من افتراءات الملاحدۃ الدجالین الکذابین خذلھم اللہ تعالیٰ ولعنھم برًا وبحرًا سھلًا وجبلًا۔

کے علاوہ اور منکراتِ شرعیہ ہیں جن سے شاید ہی کوئی مجلسِ میلاد خالی ہو۔ پس اگر مجلسِ مولود منکرات سے خالی ہو تو حاشا کہ ہم یوں کہیں کہ ذکرِ ولادتِ شریفہ ناجائز اور بدعت ہے۔ اور ایسے قولِ شنیع کا کسی مسلمان کی طرف کیونکر گمان ہو سکتا ہے۔ پس ہم پر یہ بہتان جھوٹے ملحد دجالوں کا افترا ہے خدا ان کو رسوا کرے اور ملعون کرے خشکی و تری و نرم و سخت زمین میں۔ (۱)

---

(۱) اسی طرح "امداد الفتاویٰ" جلد ۶ مطبوعہ دار العلوم کراچی جو کہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ کے فتاویٰ کا مجموعہ ہے، جس کو مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ نے جدید طور سے ترتیب دیا ہے اس میں ص ۳۴۷ پر بعض علماء مصر کے استفتاء متعلقہ بعض مسائل اختلافیہ کے جواب میں تحریر فرمایا ہے
(والاحتفال بذکر الولادۃ الشریفۃ ان کان خالیًا من البدعات المروجۃ فھو جائز بل مندوب کسائر اذکارہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم") اھ
ترجمہ:- ذکر ولادت شریفہ کے لئے محفل منعقد کرنا اگر بدعات مروجہ سے خالی ہو تو نہ صرف جائز بلکہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متعلق دیگر اذکار کی طرح سے مندوب ہے۔)
یہ فتویٰ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب مفتی اعظم دیوبند نے تحریر فرمایا ہے اور اس پر تائیدی دستخط کرنے والوں میں:- (۱) حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندی رح (۲) حضرت مولانا محمد احمد صاحب رح خلف الرشید حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رح (۳) حضرت مولانا مرتضیٰ حسن صاحب چاندپوری رح مناظر دیوبند (۴) حضرت مولانا علامہ سید انور شاہ صاحب کشمیری رح (۵) حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری رح (۶) حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب عثمانی رح (۷) اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رح وغیرہ حضرات ہیں۔

○ بلکہ تذکرۃ الرشید میں تو حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی رح نے خود امام ربانی قطب صمدانی حضرت اقدس مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ العزیز کے (ملفوظات) کے ذیل میں فہرست میں ص ۲۸۴ میں یہ عنوان قائم فرمایا ہے۔ "بدعات مروجہ سے خالی مولود جائز ہے" اور نفسِ کتاب میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کا ایک واقعہ ذکر فرمایا ہے، جسے بعینہٖ وہاں سے نقل کیا جاتا ہے۔

باقی صفحہ ۷۷ پر

"ایک دن مولانا محمد حسن صاحب مراد آبادی نے دریافت کیا کہ حضرت! کیا ذکر ولادت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم بلا رعایتِ بدعات مروجہ کتاب میں دیکھ کر بیان کر دینا جائز ہے؟ حضرت نے فرمایا، کیا حرج ہے، اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ "پیرزادے سلطان جہان نے کہلا کر بھیجا کہ وہ مولود جو جائز ہے، پڑھ کر دکھلا دیجئے، میں نے کہلا بھیجا کہ یہاں مسجد میں چلے آؤ۔ مگر انہوں نے عذر کیا کہ عورتیں بھی سننے کی مشتاق ہیں اس لئے مکان میں ہو تو مناسب ہے۔ میں نے مولوی خلیل احمد کو "تاریخ حبیب الٰہ" مصنفہ مفتی عنایت احمد مرحوم دیکر کہا کہ تم ہی جا کر پڑھ دو۔ وہ تشریف لے گئے تو وہاں دری بچھی ہوئی تھی۔ صاحب مکان نے کہا کہ اگر یہ بھی ممنوع ہو تو اسے بھی اٹھا دوں۔ مولوی صاحب نے کہا نہیں۔ آخر مولود شروع ہوا۔ پہلے آیت کریمہ "لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ الخ" کا بیان فرمایا۔ اور حضرت شیخ عبد القدوس رحمۃ اللہ کے اقوال و افعال بیان کئے۔ پھر بدعات مروجہ کا بیان فرمایا اور متصوفین زمانہ کی خوب قلعی کھولی۔ اس کے بعد تاریخ حبیب الٰہ سے واقعاتِ ولادت وغیرہ بیان کر کے ختم کر دیا۔ جن لوگوں کے حق میں مولوی صاحب کی تقریر برلا حول کا کام دے رہی تھی وہ تو صاحب مکان سے بہت ناراض ہوئے کہ تم نے اپنے مکان پر بلا کر ہمیں فضیحت کرایا۔ مگر فی الحقیقت اس مولود سے بہت نفع ہوا۔ بہت سے لوگوں کے دلوں میں یہ بات بیٹھی ہوئی تھی کہ منکرین مولود سرے سے مولود ہی کے منکر ہیں۔ بہت سوں کے دلوں سے یہ بات نکل گئی" (تذکرۃ الرشید ص ۲۸۴)

مذکورہ واقعہ میں جن "مولوی خلیل احمد" کو حضرت گنگوہی نے مولود پڑھنے کے لئے بھیجا وہ "براہین قاطعہ" اور "المہند علی المفند" کے مصنف حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری قدس سرہٗ ہیں جو کہ امام ربانی حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کے معتمد خاص، مزاج شناس اور خلیفہ اجل ہیں۔

یہ دو حوالے تو صرف تنقیح و توضیح مسئلہ کے لئے ذکر کر دیئے۔ ویسے اس رسالہ کا مقصد ان چیزوں کی طرف دعوت دینا نہیں ہے۔ بلکہ جیسا کہ کئی مرتبہ عرض کیا جا چکا کہ مقصد صرف یہی ہے کہ فریقین (دیوبندی، بریلوی) اپنے اپنے مسلک پر قائم رہتے ہوئے دینِ حنیف کے دیگر سینکڑوں مسائل و امور پر متحد ہو کر دین کی سربلندی کے لئے کوشش کریں۔

مکتوب گرامی امام ربانی
حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوھی قدس سرہ؛

از مقامات خیر، سوانح شاہ ابوالخیر رحمتہ اللہ علیہ، صفحہ ۵۷۹

" ذکر میلاد فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مندوب و مستحب ہے۔ اگر روایات صحیحہ سے بیان ہو اور کوئی امر مکروہ وغیرہ مشروع اس میں مفہوم نہ ہو۔ چنانچہ اس امر کو بارہا بہ تصریح یہ عاجز لکھ چکا ہے اور براہین قاطعہ میں بھی اس کے جواز و ندب کی تصریح کی گئی ہے۔ کسی کو اس پر اعتراض نہیں جو کچھ بحث و کلام ہے وہ سب قیود و زوائد میں ہے اور بس۔ مگر حساد کو یا نظر نہیں یا فہم نہیں۔ اور اسی طرح اپنے اساتذہ و مشائخ کا عمل در آمد دیکھا ہے۔ جو کچھ اہل عناد نے انکار نفسِ ذکر مولود شریف کا اتہام بندہ اور احبابِ بندہ پر لگایا ہے وہ محض افترا ہے۔"

فقط
واللہ تعالیٰ اعلم
کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

مہر

آگے چند اشعار بانی دارالعلوم دیوبند کے "قصیدۂ بہاریہ" سے نقل کئے جاتے ہیں۔ اور نقشۂ نعل مبارک اور اس سے توسل کا طریقہ۔ قصیدہ کے اشعار محض شاعرانہ جذبات وتخیلات نہیں ہیں۔ بلکہ اکابر کے عقائد و مسلک کے مطابق ہیں۔

رسالہ کو اسی جگہ ختم کرتے ہیں۔ حضرت شیخ رحمہ اللہ اور ان کے خدام کا معمول اچھے قصائد اور نعتیہ کلام، شجرۂ مشائخ وغیرہ سننے کا رہا۔ اور خصوصاً مجالسِ ذکر، مجلس صلوٰۃ وسلام، ختم خواجگان، ختم بخاری شریف اور ختم قرآنِ پاک کا خصوصی اہتمام ہونا ہر خاص وعام کے سامنے ہے۔ ہم کو ان امور خیر میں اپنا وقت خرچ کرنا چاہیئے۔ چنانچہ قطب الاقطاب حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا قدس سرہ العزیز نے اپنی حیات مبارکہ میں ہی کراچی جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن میں ہفتہ واری مجلس تاکیداً شروع کرائی۔ اسی طرح جنوبی افریقہ ری یونین وغیرہ میں بھی حضرت نے ہی کئی ہفتہ واری مجالس اسی طرح کی طے کرائیں۔ بلکہ ری یونینوں کا توسفر ہی اس شرط پر منظور فرمایا جبکہ وہاں کے لوگوں نے پختہ وعدہ کیا کہ ہم ہفتہ واری دو مجلسیں اپنے ہاں قائم کریں گے

ان مجالس میں تصوف کی کوئی کتاب، ختم خواجگان، اجتماعی دعار، چہل حدیث، صلاۃ وسلام اور اجتماعی ذکر بالجہر کا اہتمام ہوتا ہے۔ مشکلات ومصائب کے وقت ختم بخاری شریف کرنے کے بعد حضرت شیخ اکثر اجتماعی دعار کا اہتمام کراتے تھے۔ اور ایصال ثواب کے لئے خصوصاً ختمات قرآن پاک کی خصوصی تاکید ووصیت فرماتے۔

حضرت شیخ رح کے اجل خلیفہ اور مفتی اعظم ہند قطب وقت، فقیہ الامت حضرت اقدس مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی مدظلہ العالی کے بارے میں حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی زید مجدہ نے بتایا کہ پچھلے دنوں وہ جنوبی افریقہ میں ان کی خدمت میں دو تین دن رہے تو حضرت اقدس مفتی صاحب مدظلہ کے ہاں یہ معمول دیکھا کہ روزانہ مغرب کے بعد ختم یٰسین شریف، پھر چہل حدیث صلاۃ وسلام پڑھی جاتی ہے۔ اس کے بعد اجتماعی دعار۔ البتہ شب جمعہ کو ختم یٰسین شریف کے بعد کپڑا بچھا کر اس پر ہزاروں گٹھلیاں پھیلا دی گئیں جن پر درود شریف پڑھا گیا۔ پھر اس کے بعد چہل حدیث صلاۃ وسلام ایک صاحب نے پڑھی اور باقی سنتے رہے۔ پھر اجتماعی دعا ہوئی۔ اھ۔

اسی طرح کے ان کے معمولات بروایت حضرت اقدس مفتی صاحب رح کے شاگرد حضرت مولانا مفتی سیف الرحمٰن فاضل دیوبند دکوٹھہ دیوبند میں بھی ہوتے ہیں۔ انہوں نے راقم کو بتایا کہ حضرت مفتی محمود صاحب رح کے ہاں بھی یہ معمولات دیوبند مسجد چھتہ میں ہوتے تھے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

از قصیدہ بہاریہ در نعتِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

از بانی دار العلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی نور اللہ مرقدہٗ

نہ ہووے نغمہ سرا کس طرح سے بُلبُلِ زار
کہ آئی ہے نئے سر سے چمن، چمن میں بہار

کہاں زمیں کہاں یاسمین ولالہ و وَرد
فلک بھی گرد ہوا دیکھ کر چمن کی بہار

کیا ہے بھیج کے سَیلِ آبِ چاہ کو معزول
بجائے بادِ صبا بوئے گل ہے کارگذار

الٰہی کس سے بیاں ہو سکے ثنا اس کی
کہ جس پہ ایسا تری ذاتِ خاص کا ہو پیار

طفیل آپ کے ہے کائنات کی ہستی
بجا ہے کہیئے اگر تم کو مبدأ الآثار

جو تو اسے نہ بناتا تو سارے عالم کو
نصیب ہوتی نہ دولت وجود کی زنہار

لگا تا ہاتھ نہ پتلا کو بوالبشر کے خُدا
اگر ظہور نہ ہوتا تمہارا آخر کار

کہاں وہ رتبہ کہاں عقلِ نارسا اپنی
کہاں وہ نورِ خُدا اور کہاں یہ دیدۂ زار

چراغِ عقل ہے گُل اس کے نور کے آگے
زباں کا منہ نہیں جو مدح میں کرے گفتار

جہاں کے جلتے ہوں پر عقلِ کل کے بھی پھر کیا
لگی ہے جان جو پہنچیں وہاں مرے افکار

مگر کرے مری روح القدس مددگاری
تو اس کی مدح میں میں بھی کروں رقم اشعار

جو جبرئیل مدد پر ہو فکر کی میرے
تو آگے بڑھ کے کہوں اے جہاں کے سردار

تو فخرِ کون و مکاں زُبدۂ زمین و زماں
امیرِ لشکرِ پیغمبراں شہِ ابرار

خدا ترا تو خُدا کا حبیب اور محبوب
خدا ہے آپ کا عاشق، تم اس کے عاشقِ زار

تو بوئے گل ہے اگر مثلِ گل ہیں اور نبی
تو نورِ شمس، گر اور انبیاء ہیں شمس نہار

حیاتِ جان ہے تو ہیں اگر وہ جانِ جہاں
تُو نورِ دیدہ ہے گر ہیں وہ دیدۂ بیدار

بجز خدائی نہیں چھوٹا تجھ سے کوئی کمال
بغیر بندگی کیا ہے لگے جو تجھ کو عار

تو آئینہ ہے کمالاتِ کبریائی کا
وہ آپ دیکھتے ہیں اپنا جلوۂ دیدار

خدا کے طالبِ دیدار حضرتِ موسیٰ
تمہارا لیجئے خُدا آپ طالبِ دیدار

کہاں بلندئ طور اور کہاں تری معراج
کہیں ہوئے ہیں زمیں آسمان بھی ہموار

جمال کو ترے کب پہنچے حسنِ یوسف کا
وہ دلربائے زلیخا تو شاہدِ ستّار

عجب نہیں تری خاطر سے تیری امت کے — گناہ ہوویں قیامت کو طاعتوں میں شمار
بکیں گے آپ کی اُمت کے جُرم ایسے گراں — کہ لاکھوں مغفرتیں کم سے کم پہ ہونگی نثار
کفیلِ جُرم اگر آپ کی شفاعت ہو — تو قاسمی بھی طریقہ ہو صوفیوں میں شمار
ترے بھروسہ پہ رکھتا ہے غرّۂ طاعت — گناہِ قاسمِ برگشتہ بخت بد اطوار
گناہ کیا ہے اگر کچھ گنہ کئے میں نے — تجھے شفیع کہے کون اگر نہ ہوں بدکار
تمہارے حرفِ شفاعت پہ عفو ہے عاشق — اگر گناہ کو ہے خوفِ غصّۂ قہار
یہ سن کے، آپ شفیعِ گناہ گاراں ہیں — کئے ہیں میں نے اکٹھے گناہ کے انبار
ترے لحاظ سے اتنی تو ہو گئی تخفیف — بشر گناہ کریں اور ملائک استغفار
امیدیں لاکھوں ہیں لیکن بڑی امید ہے یہ — کہ ہو سگانِ مدینہ میں میرا نام شمار
جیوں تو ساتھ سگانِ حرم کے ترے پھروں — مروں تو کھائیں مدینہ کے مجھ کو مور و مار
تمہارے عشق میں رو رو کے ہوں نحیف اتنا — کہ آنکھیں چشمۂ آبی سے ہوں درونِ غبار
ادب کی جا ہے یہ چپ ہو تو اور زباں کر بند — وہ جانے چھوڑ اسے پر نہ کر تو کچھ اصرار
بس اب درود پڑھ اس پر اور اس کی آل پہ تو — جو خوش ہو تجھ سے وہ اور اس کی عترتِ اطہار

الٰہی اس پہ اور اس کی تمام آل پہ بھیج
وہ رحمتیں کہ عدد کر سکے نہ اُن کو شمار

نقشۂ نعلِ مبارک

تمثال خیر النعال صلی اللہ علی صاحبہ فوق عدد الرمال

بعض متقدمین علمارِ سلف اور محدثین کے نقشۂ نعلین مبارکین سے توسّل اور برکات
پر عربی میں رسالے مشہور ہیں۔

قطب الاقطاب حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجرِ مدنی رحمہ نے اپنی کتاب شرح
شمائلِ ترمذی میں لکھا ہے کہ اس (نقشۂ نعلِ مبارک) کے خواص بے انتہار ہیں۔ علمار نے بارہا تجربے
کئے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوتی ہے، ظالموں سے نجات نصیب ہوتی
ہے، ہر دلعزیزی نصیب ہوتی ہے۔ غرض ہر مقصد میں اس کے توسّل سے کامیابی ہوتی ہے۔

مجدد ملت حکیم الامت محی السنۃ ماحی البدعت حضرت تھانوی قدس سرہٗ نے ایک مستقل رسالہ
نعلین مبارک کے نقشہ سے توسّل حاصل کرنے اور اس کے برکات وفضائل میں لکھا ہے جس کا نام
"نیل الشفار بنعل المصطفٰے[1]" (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔ اس میں سب تفصیل وآداب اور طریقۂ توسّل درج

---

[1] بعض حضرات اشکال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت تھانوی قدس سرہٗ نے اس رسالہ سے رجوع فرما
لیا ہے۔ دراصل حقیقت یہ ہے کہ حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ نے ان قیودات پر جو
حضرت تھانوی رحمہ نے اس رسالہ میں نقل فرمائی تھیں اندیشہ ظاہر فرمایا تھا کہ ان کی وجہ سے عوام کا عقیدہ
خراب ہونے کا اندیشہ ہے۔ لہٰذا حضرت تھانوی قدس سرہٗ نے ان قیودات کے بارے میں کچھ اصلاحات
اور تنبیہات فرما دی تھیں۔ یہ خط وکتابت "زاد السعید" کے آخر میں مطبوع ہے۔ اس کو ہر شخص پڑھ
سکتا ہے۔ اس کے بعد ۱۳۹۹ھ میں حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ نے کتاب مبارک "نشر
الطیب" (بتصحیح اغلاط) اپنے داماد حضرت مولانا سید محمد الیاس دامت برکاتہم کے کتب خانہ اشاعت العلوم
سے شائع فرمائی۔ اور خود اپنی کتاب خصائلِ نبوی شرح شمائل ترمذی میں بَابُ مَاجَآءَ فِیْ نَعْلِ رَسُوْلِ
اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی شرح میں نعل شریف کے خواص تحریر فرماتے ہوئے زاد السعید
کا حوالہ بھی دیا اور مزید خواص وبرکات تحریر فرمانے کے بعد اپنے دستِ مبارک سے نعل شریف کا نقشہ
بھی بنایا۔ اور حضرت شیخ الحدیث رحمہ کے وصال ۱۴۰۲ھ تک جو نئے ایڈیشن مع ترمیم واضافات
حضرت کی نگرانی میں چھپتے رہے ان سب میں اس نقشہ نعل شریف کو باقی رکھا گیا۔ ۱۴۰۹ھ میں حضرت
شیخ رحمہ اللہ کے مجاز حضرت مولانا محمد یحییٰ مدنی زید مجدہم نے "مکتبۃ الشیخ" سے حضرت رحمہ کے دوسرے
مجاز حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب مدظلہ کے پیشِ لفظ کے ساتھ کتب خانہ یحیوی سے
سہارنپور والے نسخے کا فوٹو لے کر چھپوایا ہے جس میں نقشہ نعل شریف بعینہٖ موجود ہے۔
لیکن افسوس ہے کہ بعض ناشرین کتب نے حضرت شیخ کی کتاب سے اِس مُبارک نقشہ
کو حذف کر دیا۔ جامعہ اشرفیہ لاہور کے شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی

ہے۔ اور حضرتؒ کے رسالہ "زاد السعید فی الصلوٰۃ علی النبی الوحید صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی شائع ہوا ہے۔ جس میں مزید توضیح و متعلقہ تنبیہات تحریر فرمائی ہیں۔ حضرت اس نقشہ شریف کی برکات کے بارے میں اپنی کتاب "نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب صلی اللہ علیہ وسلم میں تحریر فرماتے ہیں، اس کو بعینہٖ ہم یہاں نقل کرتے ہیں۔

"اور رسالہ "نیل الشفاء" مؤلفہ احقر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشہ نعل شریف کی برکات

(بقیہ حاشیہ از صفحہ ۸۲)

نے زاد السعید کے حوالے سے اپنی کتاب سیرت المصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جلد سوم صفحہ ۳۸۴ پر مفسر قرآن حضرت مولانا عبد الحمید صاحب سواتی مدظلہٗ بانی مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ نے شرح شمائل ترمذی شریف صفحہ ۳۵۲ پر نقشہ نعل شریف نقل کیا ہے، اسی طرح شیخ القراء حضرت مولانا قاری رحیم بخشؒ کے جانشین اور درجہ حفظ و قرأت جامعہ خیر المدارس کے مدرس حضرت مولانا قاری محمد اسحٰق صاحب مدظلہٗ نے چہل حدیث درود و سلام کے آخر میں نعل شریف اِس شعر کے ساتھ چھپوایا ہے :-

جو سَر پہ رکھنے کو مل جائیں نعلِ پاک حضور تو پھر کہیں گے تاجدار ہم بھی ہیں

حضرت مولانا فضل الرحیم صاحب مدظلہٗ مہتمم جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور نے کتاب الدعا میں اور محترم الحاج عبد القیوم صاحب مہاجر مدنی کی کتاب "دینی دستر خوان" جلد سوم مطبوعہ تالیفات اشرفیہ ملتان کے صفحہ ۸۰، پر اِس نعل شریف کے دو قسم کے نقشے چھپے ہوئے ہیں۔ "دینی دستر خوان" پر منجملہ اور حضرات کے علاوہ حضرت مولانا مفتی عاشق الٰہی صاحب مدظلہٗ مدینہ منورہ، حضرت مولانا مفتی عبد الستار صاحب مدظلہٗ جامعہ خیر المدارس ملتان اور حضرت مولانا مفتی عبد القدوس صاحب مدظلہٗ مفتی مظاہر العلوم کے بھی زور دار تقاریظ ہیں۔ کتاب "خلاصہ عقائد علماء دیو بند" مرتبہ حضرت مولانا مفتی عبد الشکور صاحب ترمذی مدظلہٗ کو حضرت مولانا عبد الرحمٰن اشرفی صاحب مدظلہٗ نے اپنے خصوصی اہتمام سے بڑی تعداد میں چھپوا کر شائع کیا۔ اِس کے آخر میں نعل شریف کا نقشہ حضرت حکیم الامتؒ کے بیان کردہ فضائل کے ساتھ زاد السعید سے نقل کیا ہے۔ مشہور محدث علامہ ابن عساکرؒ المتوفی ۶۸۶ھ کا ایک مستقل رسالہ "جزءٌ تمثال نعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ علی منورھا الف الف صلوٰۃ و سلام طبع ہوا ہے۔ جس میں نقشہ نعل شریف سرورق رسالہ کی زینت ہے اور اس کے فضائل و برکات لکھے ہیں۔ اِس طرح کے اور حضرات نے بھی اس نقشہ شریفہ کو نقل فرمایا ہے۔ طوالت کے خوف سے اسی پر اکتفا ہے۔

وخواص مذکور ہیں. جب ان الفاظ میں جوکہ آپ کے معنی و مدح کی صورت او رمثال ہیں۔ اور پھر ان نقوش میں جوکہ ان الفاظ پر دال ہیں، اور اس ملبوس میں جوکہ آپ کی نعال ہیں اور پھران نقشوں میں جو اُن نعال کی تمثال ہیں، ہیں یہ دولتہائے لازوال اور نعمت ہائے بے مثال ہیں، سو خود آپ کی ذات مجمع الکمالات اور اسمار جامع البرکات سے توسل حاصل کرنا، اس کے وسیلے سے دُعا کرنا کیا کچھ نہ ہوگا۔"

نام احمد چوں چنیں یاری کند   تاکہ نورش ہم مددگاری کند
نام احمد چوں حصارے شد حصیں   تاچہ باشد ذات آں روح الامیں

حضرت تھانوی رح فرماتے ہیں کہ بتجربہ بزرگانِ دین نقشہ نعلِ مقدس حضور سرورِ عالم فخر آدم صلی اللہ علیہ وسلم نہایت قوی البرکت سریع الاثر پایا گیا۔ اس لئے اسلامی خیر خواہی باعث اس کی ہوئی کہ تمثال خیر النعال صلی اللہ علیٰ صاحبہ فوق عدد الرمال حسبِ روایت امام زین العابدین عراقی محدث مسلمانوں کی نذر کی جائے کہ اپنے پاس رکھ کر برکات حاصل کریں اور اس کے توسل سے اپنی حاجات ومعروضات جناب باری تعالےٰ میں قبول کرائیں۔

زاد السعید سے طریقِ توسل کے بارے میں حضرت اقدس حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کی عبارت بعینہٖ نقل کی جاتی ہے۔

طریق توسّل

بہتر یہ ہے کہ آخر شب میں اٹھ کر وضو کرکے تہجد جس قدر ہوسکے پڑھے۔ اس کے بعد گیارہ بار درود شریف، گیارہ بار کلمہ طیبہ اور گیارہ بار استغفار پڑھ کر اس نقشہ کو باادب اپنے سر پر رکھے۔ اور بتضرع تمام جناب باری تعالیٰ میں عرض کرے کہ الٰہی میں جس مقدس پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشہ نعل شریف کو سر پر لئے ہوں۔ ان کا ادنیٰ درجے کا غلام ہوں۔ الٰہی اس نسبت غلامی پر نظر فرما کر برکت اس نعل شریف کے میری فلاں حاجت پوری فرمائیے۔ مگر خلافِ شرع کوئی حاجت طلب نہ کرے پھر سر پر سے اس کو اتار کر اپنے چہرے پر ملے اور اس کو بہ محبت بوسہ دے۔ اشعار بہ ذوق وشوق بغرض ازدیادِ محمدی پڑھے۔ ان شاء اللہ تعالےٰ عجیب کیفیت پائے گا۔ اھ۔

نقشۂ نعلِ مبارک
از (خصائل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم)
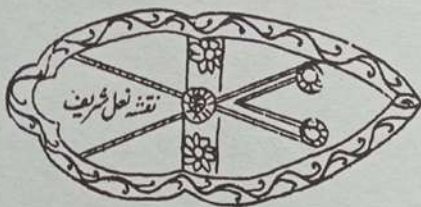
"زاد السعید" میں حضرت اقدس تھانوی قدس سرہٗ نے آخر میں "ضروری عرض" کے عنوان سے ایک اہم عبارت تحریر فرمائی ہے جو بہت اہم ہے۔ بعینہٖ وہاں سے نقل کی جاتی ہے:۔

ضروری عرض

اس نقشہ شریف کو ادب واحتیاط سے رکھیں مگر ایسا غلو نہ کریں کہ خلاف شرع کوئی بات ہو جائے اور اس کو وسیلۂ برکت ومحبت سمجھیں۔ یہ نہیں کہ تمام احکام دین واعمال خیر کو رخصت کر کے اس پر اکتفار کریں۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ، اھ

خصائل نبوی ترجمہ وشرح شمائل ترمذی میں جامع صفاتِ اکابر، نمونۂ سلف قطب الاقطاب حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی مہاجر مدنی قدس سرہٗ (باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین (جوتہ) شریف کے ذکر میں) کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں، جسے بعینہٖ نقل کیا جاتا ہے۔

"ف:۔ اس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے جوتے کی ہیئت اور اس کے پہننے اور نکالنے کا طریقہ ذکر فرمایا ہے۔ نعل شریف کا نقشہ اور اس کی برکات وفضائل حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی مدظلہٗ کے رسالہ "زاد السعید" کے آخر میں مفصل مذکور ہیں۔ جس کو تفصیل مقصود ہو، اس میں دیکھ لے۔ مختصر یہ ہے کہ اس کے خواص بے انتہا ہیں۔ علماء نے بارہا تجربہ کئے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوتی ہے۔ ظالموں سے نجات حاصل ہوتی ہے، ہر دلعزیزی میسر ہوتی ہے غرض ہر مقصد میں اس کے توسل سے کامیابی ہوتی ہے۔"

عرس کی حقیقت اور وجہ تسمیہ

نَمْ کَنَوْمَۃِ الْعُرُوْس کی مناسبت سے عرس کی حقیقت کے ذکر کے سلسلہ میں جو مقبولانِ الٰہی کے کے یوم وصال پر منایا جاتا ہے شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرہٗ "فیصلہ ہفت مسئلہ" میں رقمطراز ہیں :-

"لفظ عرس ماخوذ اس حدیث سے ہے نَمْ کَنَوْمَۃِ الْعُرُوْس یعنی بندۂ صالح سے کہا جاتا ہے کہ عروس کی طرح آرام کر۔ کیونکہ موت مقبولانِ الٰہی کے حق میں وصالِ محبوبِ حقیقی ہے۔ اس سے بڑھ کر کون عروسی ہوگی۔ چونکہ ایصالِ ثواب بروحِ اموات مستحسن ہے خصوصاً جن بزرگوں سے فیوض و برکات حاصل ہوئے ان کا زیادہ حق ہے۔ اور ہر اپنے پیر بھائیوں سے ملنا موجبِ ازدیادِ محبت و تزائدِ برکات ہے اور نیز طالبوں کا یہ فائدہ ہے کہ پیر کی تلاش میں مشقت نہیں ہوتی۔ بہت سے مشائخ رونق افروز ہوتے ہیں۔ ان میں جس سے عقیدت ہو اس کی غلامی اختیار کرلے۔ اس لئے مقصود ایجادِ رسمِ عرس سے یہ تھا کہ سب سلسلے کے لوگ ایک تاریخ میں جمع ہو جائیں، باہم ملاقات بھی ہو جاوے اور صاحبِ قبر کی روح کو قرآن و طعام کا ثواب بھی پہنچا دیا جاوے۔ یہ مصلحت ہے تعیین یوم میں۔ رہا خاص یوم وفات کو مقرر کرنا اس میں اسرارِ خفیہ ہیں، ان کا اظہار ضروری نہیں۔"

ہمارے مرشدِ پاک حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہٗ بھی اس سلسلہ میں اپنے خدام سے عُرس کی افادیت کے سلسلہ میں ان ہی حقائق کا اظہار فرمایا کرتے تھے۔ نیز یہ بھی فرماتے کہ متوسلین کے ایصالِ ثواب سے شیخ کی رُوح متوجہ ہوتی ہے اور فیوض و برکات کا افادہ ہوتا ہے۔ حضرتؒ یہ بھی فرمایا کرتے کہ منجملہ دیگر مصالح کے اس اجتماع کے لئے یوم وصال کے تعین میں یہ مصلحت ہے کہ یہ دن ہر مُرید کے دل پر نقش ہوتا ہے۔ اور اپنے محبوب شیخ کی جدائی کی وجہ سے تعلق اور محبت کا ایک جذبہ اس دن طبعی طور پر ابھرتا ہے جو جالبِ فیض ہے۔

ایک مدت تک انعقادِ عرس سے وہ فوائد حاصل ہوتے رہے جو اس کا اصل سبب تھے مُرورِ وقت کے ساتھ ساتھ بدعات اور خرافات اس میں شامل ہوتی رہیں۔ یہاں تک کہ عُرس کی معنویت ہی ختم ہوگئی اور رسوم و رواج اور لہو و لعب کے شامل ہوجانے سے عُرس نے اکثر و بیشتر

مقامات پر ایک میلہ کی شکل اختیار کرلی جو بجائے مفید ہونے کے اسی قدر ضرر رساں ہوگیا۔ حتّٰی کہ بعض عرسوں میں شراب نوشی، رنڈی بازی اور ناچ گانے کے عناصر بھی داخل ہوگئے۔ لہٰذا ہمارے اکابر کے لئے ضروری ہوگیا کہ عقائد کی خرابی اور اعمال میں فسق وفجور کو روکنے کے لئے انعقادِ عُرس بالکل روک دیا جائے۔ اس لئے کہ اس کو ان عناصر سے پاک کرنا تھا۔ اللہ تعالٰے ہمارے ان اکابرین کو بے حد جزائے خیر عطا فرمائے جنہوں نے شدّت سے اس بے راہ روی کے سیلاب کو روکنے کی کوشش کی اور الحمد للہ اس میں کامیاب ہوئے۔ (ماخوذ از ملفوظات حضرت شیخ رح) ؎

؎ عرس کے بارے میں حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیّب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند اور خلیفۂ مجاز حضرت اقدس حکیم الامت تھانوی قدس سرہما اپنی ایک تقریر میں فرماتے ہیں۔
عرس کا مسئلہ ۔ اس میں دیوبند کے حضرات معتدل ہیں ـــ مان لیجئے عرس کا مسئلہ ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ عرس اپنی ذات سے کوئی بُری چیز نہیں۔ اس کی بنیاد یہ تھی کہ اہل اللہ میں سے کسی شیخ طریقت کا انتقال ہوتا تو جو متوسل ہوتے وہ جمع ہوجاتے۔ اس کا ایک فائدہ تو یہ ہوتا کہ جو لوگ ضعیف النسبت ہوتے انہیں قوی النسبت لوگوں سے قوت پہنچتی تھی اور تقویت حاصل ہوتی تھی، ان کی نسبت مضبوط ہوتی تھی۔

دوسرا فائدہ یہ تھا کہ ان کو مختلف ولایات میں بھیجا جاتا تھا کہ تم وہاں جاکے اصلاح کرو، تم وہاں جا کے اصلاح کرو۔ اور تم وہاں جاکے اسلام پھیلاؤ ـــ تو حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان میں اسلام صوفیار کرام کی بدولت پھیلا ہے۔ ان کے ہاں عرس کا موضوع ہی یہ تھا کہ سال میں ایک دفعہ جمع ہوکر ہدایت اور تبلیغِ حق کے لئے وفود بھیجے جائیں۔

یہی وجہ ہے کہ وہاں ہر قصبے اور ہر ضلع میں تقریبًا شاہ ولایت کی قبر ہے۔ سہارنپور میں بھی شاہ ولایت کی قبر، دیوبند میں بھی شاہ ولایت کی قبر۔ اسی طرح اور بھی کئی جگہوں میں سُنا گیا۔ دراصل میں یہ تھا کہ جس وفد کو بھیجا جاتا اس کا ایک امیر بنا دیا جاتا۔ اس کا نام شاہ ولایت ہوتا تھا۔ وہ جہاں انتقال کرگیا وہاں دفن ہُوا ـــ تو شاہِ ولایت کے طور پر دفن ہوگیا ـــ وہ شاہ ولایت ہوگیا۔ غرض وہاں ولایتیں تقسیم ہوتی تھیں کہ تبلیغ دین کرو، مسلمانوں کی اصلاح کرو، حضرت خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں عیسائیوں کی شہادت ہے۔ مسٹر آرنلڈ نے پریچنگ آف اسلام کے نام سے کتاب لکھی ہے۔ یعنی اسلام کی دعوت کس طرح سے پھیلی ـــ اس میں لکھا ہے کہ:-

"ہندوستان میں خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ اسلام کے پھیلنے کا ذریعہ بنے اور ننانوے لاکھ آدمی بلاواسطہ ان کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئے ہیں اور جو ان کے خلفاء کے ہاتھ پر ہوئے ہیں، ان کی تعداد الگ ہے ـــ"

حضرت سُلطان الاولیاء نظام الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نو سو خلیفہ دکن میں پہنچے، وہاں جاکے اسلام پھیلایا۔ ہزاروں کو دائرہ اسلام میں داخل کیا ـــ وہاں جاکر دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ پہاڑوں

حضرت اقدس مخدوم العلماء صوفی محمد اقبال صاحب زید مجدہم فرماتے ہیں:۔
ان خرافاتی اور بدعی عرسوں اور ایسے مروجہ بدعی میلاد کی شدت سے مخالفت کرنے والے بزرگوں کی خدمت اس ناپاک کو نصیب ہوئی ہے۔ ان کا شب و روز حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں سرشارہ بنا اور ان کی ہر حرکت وسکون میں اتباعِ سنت کا اہتمام اور رات دن اپنے مرشدوں کا تذکرہ ان کی یاد اور ان ہی کے واقعات کو بیان کرنے کا مشغلہ گویا کہ ان کا ہر وقت وقفِ عرس اور ہر لمحہ صرفِ میلاد شریف تھا۔ اوقاتِ مخصوصہ، تاریخ اور دن اور اس کے لئے مناسبات کی وہاں گنجائش ہی کہاں تھی۔ اور وہ اس مثل کے مصداق تھے کہ

ہر شب شبِ قدر است اگر قدر بدانی

مگر اب وہ خانقاہیں برباد ہوئیں، وہ شمعیں بجھ گئیں، وہ مجالس ختم ہوئیں۔ اور اس کے برعکس حالات آگئے۔ مثال کے طور پر رائے پور شریف کی خانقاہ کے متعلق اگر کوئی پوچھے کہ مجلسِ ذکر کب اور

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گ)
میں ایسی تنگ جگہ کہ آدمی کا جانا مشکل مگر کوئی نہ کوئی مسجد موجود ہے یا مزار موجود ہے۔ وہاں تک یہ حضرات پہنچے ہیں۔ نو سو خلفاء بھیجے جنہوں نے دین پھیلایا۔
تو اصل میں عرسوں کا یہ مقصد تھا لیکن وہ ہوتے ہوتے مثل مشہور ہے "الولایۃ سردہ آمد رفتہ رفتہ بحرہ شد۔ آیا تھا سردہ بن کر، ہو گیا کچرہ۔
اب عرسوں کے معنی میلے کے ہو گئے۔ عورتیں اس میں، ناچ گانا اس میں، دکانیں اس میں، ہر طرح کی خرافات اس میں۔ اس کو کوئی روکتا ہے تو کہتے ہیں عرسوں کو روکتے ہیں۔ وہ عُرسوں کا روکنا نہیں ہے بلکہ وہ خرافات کا روکنا ہے جو خلافِ سنت ہی نہیں بلکہ بدعات ہیں۔ جو رسمیں پڑی ہوئی ہیں اور جُہلا کی ایجاد کردہ ہیں۔ میں کہتا ہوں اگر عرس ان چیزوں سے پاک ہو جائے، وہاں سے تبلیغ کے لئے وفد بھیجے جائیں۔ مواعظ ہوں، تقریریں ہوں اور تلاوت ہو، کوئی بھی نہیں روکتا۔
ہمارے دارالعلوم دیوبند کے سب سے بڑے مفتی حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نقشبندیہ خاندان کے بزرگ تھے، ہر سال سرہند شریف عرس میں جاتے تھے۔ اور دیوبند والا کوئی انہیں نہیں روکتا تھا، اس لئے کہ وہاں یہ خرافات ہی نہیں تھیں۔ —— یا تلاوت ہے یا تبلیغ ہے۔ —— یا مواعظ ہیں۔ غرض اصل میں عرس کو نہیں روکا جاتا بلکہ ان خرافات کو روکا جاتا ہے۔ عوام ان خرافات کے خوگر ہیں وہ اس پر عار دلاتے ہیں کہ دیکھئے صاحب! عُرس کو روک دیا، حالانکہ بزرگوں نے یہ رسم ڈالی ہوئی ہے —— کیا بزرگوں نے ناچ گانے کی رسم ڈالی تھی؟ اس کا منشاء تبلیغ و موعظت اور دینِ حق پھیلانا تھا، وہ تو رہا نہیں۔ ناچ گانا رہ گیا۔ بہر حال بہت سی چیزیں جہالت سے پیدا ہوئی ہیں۔ جب شریعت کا علم ہی نہ ہو تو خرافات ہی ہوں گی ——
(از خطبات حکیم الاسلام جلد ۷ ص۲۶۸ مطبوعہ کتبخانہ مجیدیہ ملتان بتقریظ فقیہ العصر حضرت مفتی عبدالستار صاحب دام مجدہٗ جامعہ خیر المدارس ملتان، وبتقریظ حکیم العصر حضرت مولانا مفتی محمد یوسف صاحب لدھیانوی زید مجدہٗ۔ کراچی)

کس وقت ہوتی تھی تو یہ ایک مہمل سوال ہو گا۔ بلکہ کوئی یہ نہیں بتا سکتا کہ ذکر کس وقت نہیں ہوتا تھا۔
لیکن آج کل صورتِ حال کچھ ایسی ہو گئی ہے کہ لوگ ارتدادِ خفی میں مبتلا ہو رہے ہیں اور محبت اور عظمتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کمی کی وجہ سے اہانتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک نوبت پہنچ رہی ہے جو کہ صریح کفر ہے۔ اپنے محسنین کو ایصالِ ثواب کے اہتمام سے تغافل ہے۔ اولیاء اللہ کا تذکرہ تو کجا، پورے خانقاہی نظام جس کا مقصد روحِ دین کا حصول تھا۔ کی بھی مخالفت کی جا رہی ہے۔ اس لئے بعض محقق، دین کا درد رکھنے والے علماء کے نزدیک دینی مصلحت ایسی مجالس کے قیام میں ہے جن میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبت بڑھے۔ ساتھ ہی آپ کی اور آپ کے غلاموں کی عقیدت مزید استوار ہو جو کہ مطلوب شرعی ہے۔ ایسی مبارک مجالس ہمارے حضرت شیخ رحمۃ اللہ کے ہاں ہوتی تھیں جن کا ذکر مفصل گذر چکا۔ الحمد للہ پاکستان و بیرونِ پاکستان سینکڑوں اس طرح کی مجالس سے فوائد و برکات محسوس ہو رہے ہیں۔ لوگوں کے عقائد و اعمال کی اصلاح ہو رہی ہے۔ عشق الٰہی اور عشق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی شمع قلوب میں روشن ہو رہی ہے۔ اتباعِ سنت کی دولت سے مالا مال ہو رہے ہیں۔ اکابر کی خواہش کے مطابق اہل سنت کی آپس کی نفرت ختم ہو کر محبت پیدا ہو رہی ہے۔ البتہ ان مجالس خیر و برکات میں مشائخ کو اس بات کی کڑی نگرانی کرنی چاہیئے تاکہ کوئی منکر اور بدعتِ اصطلاحی ان میں رواج نہ پا جائے۔

البتہ اجتماعِ کلمۃ المسلمین اور اتحادِ امت کا تقاضا یہ ہے کہ جو حضرات کچھ مختلف فیہ امور خیر کو مروجہ ناموں اور طریقوں پر کرتے ہیں تو ان کے ساتھ حسنِ ظن رکھا جائے۔ زبردستی عقیدوں کا مسئلہ نہ بنایا جائے۔ بلکہ محبت پر محمول کیا جائے۔ تاکہ اگر کسی جاہل میں کسی بات میں واقعی عقیدہ کی خرابی ہو تو وہ بات سمجھنے اور قبول کرنے پر تیار ہو۔ کیونکہ اصل عقائد خصوصاً شرک و بدعت کی برائی میں کسی کو اختلاف نہیں۔ البتہ بدعتِ اصطلاحی اور بدعتِ لغوی کا فرق ملحوظ نہ رکھنا جہالت یا تجاہل ہے۔ کہ بدعتِ لغوی سے دین کا کوئی شعبہ خالی نہیں۔ بلکہ بعض نئی باتیں واجب کے درجہ میں ہیں۔ جیسے کہ اصولِ فقہ میں تفصیلاً مصرح ہے۔

یومِ وصال پر خوشی کا منظر

ملحوظ رہے کہ حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب مکی دامت برکاتہم کے مکاشفات کی حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے یہاں بہت اہمیت تھی۔ مکاشفات اور منامات وغیرہ شرعی طور پر مبشرات کے حکم میں ہیں۔ ان سے شرعی احکام نہیں استنباط کئے جاتے۔ لیکن ثابت شدہ میں صرف اطمینان اور اس کی تقویت کا باعث سمجھنا چاہیئے۔

حضرت شیخ نوّر اللہ مرقدہٗ کے یومِ وصال یعنی ۲ شعبان کے روز انہوں نے دیکھا کہ حضرت بیحد خوش ہیں اور کچھ کھانے کی چیزیں بانٹ رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ آج تو خوشی کا دن ہے۔ بہت سی کھجوریں حضرت صوفی محمد اقبال صاحب کو دیں کہ پاکستان جا کر بانٹنا! اس دن خدام کو باہم جمع ہو کر خصوصی ایصال ثواب و احباب کی دعوت کی بھی توفیق ہوئی۔

نَمْ کَنَوْمَۃِ الْعُرُوْسِ کا منظر

مخدوم العلماء حضرت صوفی محمد اقبال صاحب دام ظلہم اپنے ایک رسالہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

شیخ التفسیر حضرت لاہوری قدس سرہٗ کے وصال کے بیس روز بعد ہندوستان سے واپسی پر راقم الحروف مزار پر حاضر ہوا۔ مزار کے باہر تو بہت زیادہ خوشبو تھی۔ اندر دیکھا کہ بہت نورانی اور بخور ہوئی جگہ پر ایک گلاب کے پھولوں کا تخت نما چبوترہ بنا ہوا ہے۔ اس پر حضرت مع سفید کفن سیدھے بہت اطمینان سے آرام فرما رہے ہیں۔ اسی حالت میں غالباً میری طرف توجہ فرمائی ہو گی جس سے ناقابلِ بیان لذت والا سلطان الاذکار جاری ہوا۔

اس مکاشفہ کو مدینہ منورہ حاضر ہو کر اپنے مرشد حضرت شیخ الحدیث صاحب سے عرض کیا کافی دنوں کے بعد جب حضرت کی پاکستان تشریف آوری ہو رہی تھی تو پاکستان میں جہاں جہاں جانا تھا اس کے متعلق کسی کو فرما رہے تھے۔ میری طرف اشارہ کر کے فرمایا! ایک بات اس نے بتائی ہے وہاں بھی جانا ہے۔

یہ مختصر بے ترتیب چند خیالات حوالۂ قلم اس بنا پر کئے ہیں کہ اس وقت اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہر طرف سے حملے ہو رہے ہیں۔ فِرَقِ باطلہ پہلے زمانوں میں مسلمانوں میں اندرونی محاذ پر خلفشار و انتشار پھیلاتے تھے۔ اس زمانے میں المیہ یہ ہے کہ اہل السنت والجماعت کے دو گروہ جن میں فی الحقیقت اصلاً کوئی بنیادی اختلاف نہیں ہے مگر انگریز کی پرانی سازش اور ان کے ایجنٹوں اور کارندوں کی مختلف انداز کی ریشہ دوانیوں اور طرفین میں سے بعض کے غلو کی بنا پر آپس میں اتنا بُعد ہو گیا ہے کہ ایک ہی جماعت (اہل السنت و

الجماعت، کا اختلاف رائے دو فرقوں میں تبدیل ہوگیا ہے۔ اس وقت ضرورت اس بات کی ہے کہ فرقۂ ناجیہ اہل السنت والجماعت متحد ہو کر یہود و نصاریٰ اور قادیانیت و رافضیت، خارجیت مودودیت اور الحاد و بے دینی کا ملکر یکجان ہو کر مقابلہ کریں۔ اللہ تعالیٰ طرفین کے اکابر سنجیدہ اور دیندار حضرات کو اس کی توفیق عطا فرمائیں کہ یہ فی الحقیقت وقت کا اہم تقاضا ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

مقصدِ رسالہ

"مدت دراز سے دشمنانِ اسلام اور خصوصاً انگریز اور اس کے پیروکاروں اور پاکستان کی حد تک قادیانیوں، آغا خانیوں اور روافض نے فضا ایسی مسموم کر رکھی ہے کہ اختلاف و نزاع بڑھانے کے اسباب تو فوراً میسر آ جاتے ہیں، مگر اتحاد و یگانگت خصوصاً اہل السنتہ والجماعتہ کے درمیان پیدا کرنے کے لئے بہت سخت محنت کے باوجود قدم قدم پر مختلف دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ امت مسلمہ کے اتحاد و یگانگت کے عظیم و مقدس مقصد کے لئے سنجیدہ و مخلص اکابر علماء ہمت کر کے اٹھیں اور سب سے پہلے اپنے جذبات کی قربانی دے کر ایک دوسرے کو برداشت کرتے ہوئے، رنجشوں اور ان کے اسباب و ذرائع سے بچتے ہوئے چند اختلافی امور میں اپنی اپنی رائے اور اجتہاد پر ہی عمل کرتے ہوئے بقیہ دین کے بے انتہاء اہم امور پر مل کر، یک جان ہو کر، دینِ حنیف کی سربلندی اور اسکی تقویت کے لئے جان توڑ محنت و کوشش کریں۔ ان شاء اللہ اس طرح اخلاص و للہیت و یکجہتی ایک دوسرے کے لئے محبت و الفت کے جذبات کے ساتھ جب اللہ کے دین کے لئے کوشش ہو گی تو اللہ تعالٰے کی موعُود نصرت بھی قدم بہ قدم شاملِ حال ہو گی۔ اور امت کی عزت و عظمت رفتہ ان شاء اللہ قلیل وقت میں لوٹ آئے گی۔"

اور انشاء اللہ تعالٰے پاکستان میں غالب اکثریت سُنّی حنفی افغان مجاہدین "طالبان" کی طرح "خلافتِ راشدہ" کے مبارک نظام سے منور ہو جائے گی۔

ناشر:-

خانقاہ اقبالیہ کوچہ سیّد احمد شہید

کوہستان کالونی، ٹیکلا